# عہدِ نبویؐ میں

# نظامِ تعلیم


مُصنّف

مولانا محمد عبد المعبود



مکتبہ رحمانیہ

## عہدِ نبویؐ میں

# نظامِ تعلیم


مُصنّف

مولانا محمد عبد المعبود



مکتبہ رحمانیہ

اِقراء سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: ............ عہد نبویؐ میں نظام تعلیم
مولف: ............ محمد عبد المعبود
ناشر: ............ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر' اردو بازار لاہور
پرنٹر: ............ رضا پرنٹرز
تاریخ طباعت اوّل: ............ اکتوبر ۲۰۰۱ء
تعداد: ............ ۱۱۰۰

## استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے' انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت' طباعت' تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)



# فہرست مضامین تعلیم الدین

- مقدمہ مصنف ۴

**عقائد وتصدیقات**

- شرک کی اقسام ۲۳
- اشراک فی العلم ۲۴
- اشراک فی التصرف ۲۴
- اشراک فی العبادۃ ۲۴
- اشراک فی العادۃ ۲۵
- بدعات قبور ۲۵
- بدعات رسوم ۲۶
- بعض کبائر ۲۷
- ایمان کے شعبے ۲۸
- معاصی کے دنیوی نقصانات ۳۰
- طاعات کے دنیوی منافع ۳۰

**اعمال وعبادات**

- نماز کے احکام ۳۴
- کتاب الجنائز ۴۰
- زکوۃ وصدقات ۴۱
- کتاب الصوم ۴۲
- تلاوت قرآن کے احکام ۴۲
- ذکر ودعا واستغفار ۴۳
- حج وزیارت ۴۵
- قسم اور نذر ۴۶

**معاملات وسیاسیات**

- نکاح ۶۰
- معاملہ سیات ۶۶
- حکومت وانتظام مملکت ۷۰
- سفر کے آداب ۷۲
- آداب معاشرت ۷۶
- لباس وزینت ۷۹
- علاج ودوا ۸۳
- تعبیر خواب ۸۴
- سلام استیذان ۸۴
- مصافحہ ومعانقہ وقیام ۸۵
- بیٹھنا' لیٹنا' چلنا ۸۶
- آداب مجلس ۸۷
- آداب متفرقہ ۸۹
- حفاظت زبان ۹۲
- حقوق وخدمت خلق ۹۵

**تصوف واخلاق**

- بیعت ۱۰۳
- ریاضت ومجاہدہ ۱۰۵
- ذکر واشغال ۱۰۵
- اخلاق ذمیمہ ۱۱۹
- مسائل فرعیہ ۱۳۰
- حجاب ووقوف سالک میں ۱۳۶
- اصلاح اغلاط ۱۴۷
- عورتوں اور مردوں کی مخالطت ۱۵۱
- موانع طریق ۱۶۴
- بزرگوں کے تجربے اور وصیتیں ۱۶۹
- شجرہ بزرگان چشت ۱۷۳
- مختصر حالات وسوانح اولیاء اللہ ۱۷۹
- خاتمہ کتاب ۱۹۳

## شرف انتساب

اپنی اس حقیری کاوش کو معلم اعظم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔ جنہوں نے جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیرے میں علم و دانش اور رشد و ہدایت کی ایسی جاوداں شمع فروزاں فرمائی، جس کی ضیاء گستری سے قلوب انسانیت قیامت تک منور ہوتے رہیں گے۔

بندہ بےنوا

محمد عبدالمعبود عفا اللہ عنہ

۲۲ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ

یکم اگست ۱۹۹۴ء



## آئینہ کتاب


| | |
|---|---|
| عرض ناشر | ۷ |
| پیش گفتار | ۹ |
| عہد نبوی میں نظام تعلیم اور صحابہ کا علمی اشتغال | ۱۱ |
| عربی زبان کی ابتدا | ۱۲ |
| زمانہ قدیم کا رسم الخط | ۱۴ |
| دور جاہلیت اور مکہ کی مرکزیت | ۱۴ |
| مکہ کے اہل علم | ۱۷ |
| مدینہ کے اصحاب العلم | ۱۸ |
| ذرائع تعلیم | ۱۹ |
| پہلا خدائی حکم | ۲۰ |
| مکہ کی اولین درسگاہ | ۲۱ |
| اہمیت علم | ۲۱ |
| فضیلتِ علم قرآنی تناظر میں | ۲۳ |
| علم کی ترغیب | ۲۴ |
| ماہرینِ علوم کا تقرر | ۲۹ |
| نصاب تعلیم | ۳۱ |
| طالبانِ علم کا اکرام | ۳۳ |
| آداب کتابت | ۳۶ |
| قیام مدارس سے قبل تعلیمی مقامات | ۳۸ |
| مدینہ کی اولین درسگاہیں | ۴۰ |
| پہلی درسگاہ | ۴۲ |
| دوسری درسگاہ | ۴۳ |
| تیسری درسگاہ | ۴۶ |
| درجہ تخصص | ۵۱ |
| تعلیم بالغاں | ۵۳ |
| صفہ و اصحاب صفہ | ۵۳ |
| علمی انہماک | ۵۵ |
| بیرونِ ملک تعلیم کا انتظام | ۶۰ |
| وفود کے ذریعہ ترویج علم | ۶۲ |
| انقلاب آفریں نظام تعلیم | ۶۵ |
| تعلیم السنہ | ۷۱ |
| تعلیم نسواں | ۷۴ |
| تعلیم اطفال | ۷۸ |
| غلاموں کی تعلیم | ۸۲ |
| عربوں کا محیر العقول حافظہ | ۸۵ |
| مصعبؓ بن عمیر کی علمی سرگرمیاں | ۸۸ |
| ہجرتِ حبشہ | ۸۹ |

| | |
|---|---|
| تعلیم وتبلیغِ دین | ۹۰ |
| صدیق اکبرؓ کی علمی حیثیت | ۹۵ |
| فاروق اعظمؓ کی رفعت علمی | ۹۷ |
| عثمان غنیؓ کا علمی فضل وکمال | ۱۰۲ |
| علی المرتضیٰؓ کی علمی وجاہت | ۱۰۴ |
| علم تصحیف | ۱۰۶ |
| زید بن ثابتؓ کا علمی مقام | ۱۰۷ |
| ابودرداءؓ کا علمی انہماک | ۱۱۱ |
| سیدہ عائشہؓ کی علمی شان | ۱۱۲ |
| ابی بن کعبؓ کا دارالتفسیر | ۱۱۶ |
| معاذ بن جبلؓ کی علمی عظمت | ۱۲۰ |
| ابن مسعودؓ کا مبلغ علم | ۱۲۳ |
| ابوہریرہؓ کی علمی جلالت قدر | ۱۲۵ |
| عبداللہ بن عمرؓ کی شان رفیع | ۱۲۷ |
| جابر بن عبداللہؓ کا علمی ولولہ | ۱۲۹ |
| عبادہؓ بن صامت کی تدریسی خدمات | ۱۳۱ |
| عمر بن العاصؓ کا علمی ذوق | ۱۳۳ |
| عبداللہ بن عباسؓ کی علمی شان | ۱۳۴ |
| طائف میں تعلیمی نظام | ۱۴۰ |
| غیرمسلم مورخین کا اعتراف | ۱۴۳ |




# عرض ناشر

ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضیلت علم سے سرفراز فرمایا اور پھر آپ اس کی صفت علم کی عظمت کے اظہار کے لئے فرشتوں کے لئے آپ کی ذات قبلہ بنائی گئی۔ جب فرشتوں نے اس سلسلہ میں جناب باری میں عرض معروض کی تو فرمایا کہ انسان کی عظمت اور اس کی صفت علم کے حکمتوں اور عظمتوں کو میں ہی بہتر جانتا ہوں۔

سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تا کہ آپ اور آپ کی اولاد نیابت و خلافت کی ذمہ داریوں کو ادا کر سکے۔ اور جب بھی انسان سہو ونسیان اور خطا کے باعث گمراہی وضلالت کے گڑھوں میں گرا، تو منعم حقیقی نے اس کی ہدایت کے لئے انبیاء ورسل کو آسمانی تعلیمات کے ساتھ سرفراز فرمایا کہ انسانیت کو اس کو بھولا ہوا سبق یاد دلائیں۔

اسی سلسلہ نبوت کی آخری کڑی سیدالانبیاء اشرف الرسل حضور خاتم المعصومین ﷺ کی بعثت ہے اور سلسلہ علم جس کا آغاز ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوا تھا۔ اس کی تکمیل بھی آپ ہی کے ذریعہ عمل میں لائی گئی اور اس علم کی اہمیت کے اظہار کے لئے پہلی وحی میں ہی ''علم'' بالقلم کے الفاظ سے عظمت علم کو اجاگر کیا گیا۔

''علم'' جس کے معنیٰ 'جاننا' ہیں۔ اس سے کونسا علم مراد ہے؟ اور اس علم کی اشاعت وفروغ کیسے ممکن ہے؟ دور حاضر' جوفنون وتکنیک کا دور ہے حقیقی علم کی اشاعت کیوں کر ہو؟ اور خاص طور پر جب علم کے مراکز جامعات' یونیورسٹیاں' کالج' مدارس' سکول اور مکاتب کا جائزہ لیں تو ہمیں ہر مقام پر الگ الگ انداز تعلیم اور مختلف

نصاب تعلیم سے پالا پڑے گا۔

ایسے حالات میں ضرورت ہے کہ امت مسلمہ کو پھر سے اسی دور کے نظام تعلیم اور انداز تعلیم و تدریس سے باخبر کیا جائے جس کی بنیاد پر اس امت کو دنیا بھر میں عروج و ترقی نصیب ہوئی۔ چنانچہ ملک کے نامور عالم۔ علوم دینیہ وعصریہ سے آگاہ، محقق و دانش ور جناب مولانا محمد عبدالمعبود نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قلم اٹھایا تو زیرنظر کتاب

**"عہد نبوی کا نظام تعلیم"**

کے عنوان سے یہ مقالہ کتابی شکل اختیار کر گیا۔ کتاب کی گونا گوں خوبیوں کے پیش نظر مکتبہ رحمانیہ لاہور نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ امید ہے قارئین اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس کی خامیوں سے ہمیں باخبر کریں گے، تا کہ آئندہ اس کی اشاعت کو بہتر اور مزید خوبصورت بنایا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر خاص و عام قاری اور ہمارے لئے باعث رحمت وسعادت دارین کا ذریعہ بنادے۔

والسلام
مقبول الرحمٰن عفی عنہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پیش گفتار

**الحمدللہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ.**

**اما بعد.**

وہ دور کس قدر بھیانک، حیرت انگیز اور عبرت افروز تھا۔ جب جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ساری دنیا پر سایہ فگن تھا اور علم کی روشنی مفقود تھی۔ اشرف المخلوقات انسان جہالت پہ نازاں وفرحاں تھا۔ ایسے تاریک دور میں ہادی برحق، معلم اعظم، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سرچشمۂ رشد وہدایت اور معدنِ علم وعرفاں ام الکتاب قرآن حکیم کے ساتھ اس ظلمت کدہ دہر میں قدم رنجہ فرما ہوئے۔

آپ نے ایسی آفاقی اور مقدس تعلیمات کی داغ بیل ڈالی جو ایمانی، روحانی، دینی، دنیوی اور آخروی اعتبار سے بے حد نفع بخش اور رہنما اصولوں سے مرصع تھی۔ جس کی برکات سے نہ صرف مسلمان مستفید ہوئے بلکہ غیر مسلم اقوام نے بھی بھرپور استفادہ کیا۔ جو دنیوی اور آخروی ترقی کی بام عروج تک پہنچنے کا بے حد موثر ذریعہ ثابت ہوئی۔

اس غیر ترقی یافتہ دور میں معلم اعظم ﷺ کا پیش کردہ انقلاب آفریں نظام

تعلیم، نصاب تعلیم، معیار تعلیم اور اس کے سنہری قواعد وضوابط قرآن وحدیث کے تناظر میں پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کی منفرد اور معلومات افزا علمی دستاویز انشاء اللہ ہر طبقہ کے لئے یکساں طور پر مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت سے نوازے اور احقر کے لئے ذریعہ نجات اخروی بنائے۔ امین

محمد عبد المعبود عفا اللہ عنہ
۲۲ صفر ۱۴۱۵ھ
یکم اگست ۱۹۹۴ء



# عہدی نبوی میں نظام تعلیم اور صحابہ کرام کا علمی اشتغال

علم انسانیت کی معراج، معرفت حق کا زینہ، روحانی اور مادی ترقی کا سرچشمہ، دینی ودنیوی کمال کو اوجِ ثریا تک پہنچانے کا موثر ذریعہ، دنیا وعقبیٰ کی ظفریابی وکامرانی کا موجب، تہذیب وثقافت کی روحِ رواں، انسانی دل ودماغ کی تعمیر اور ذہنی قوتوں کی نشو ونما کا واحد ذریعہ ہے۔ انسان کی تشکیل وتعمیر، انسانی افکار ونظریات، روحانی اور ثقافتی قدروں کا تحفظ اور ترقی علم کی رہین احسان ہے۔ تعلیم وتعلم کی اہمیت وضرورت تخلیق وتعلیم آدم علیہ السلام سے آشکارا ہے، جن کی پیدائش کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں تعلیم کی لازوال نعمت سے سرفراز فرمادیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا. اور آدم علیہ السلام کو ہر چیز کے نام سکھا دیئے۔

پھر جب زمین انسانی حلقوں سے معمور ہوگئی، تو بتدریج ایک لاکھ چوبیس ہزار معلمین کے ذریعہ تعلیم وتربیت کا قابل قدر انتظام کردیا گیا۔ جنہوں نے اپنے کام کے نقطۂ آغاز سے لے کر نقطۂ انتہا وتکمیل تک علم ودانش کی ترویج وترقی پر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو صرف کیا۔ اسی جماعت کے آخری فردِ فرید محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی نبوت کی اس بنیادی غرض وغایت یعنی تعلیم وتربیت کی اہمیت پر ان الفاظ سے مہر تصدیق ثبت فرمائی۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا. میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ. میرے بھیجے جانے کا مقصد ہی تکمیل اخلاق ہے۔

اللہ جل شانہٗ نے تخلیق کائنات کے وقت سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا' تا کہ تعلیم کی اہمیت آشکارا ہو۔ تاریخ ایسے تاریک ادوار سے بھی گذری' جن میں جہالت کے گھٹا ٹوپ بادل ساری دنیا پر سایہ فگن تھے' اشرف المخلوقات انسان علم کی عظمت سے محروم اور نورِ عرفاں سے بے مایہ تھا۔ تاہم معاشرتی' تمدنی اور ثقافتی ضروریات پورا کرنے کی خاطر کہیں کہیں علم دوست افراد بھی پائے جاتے تھے' جو ٹمٹماتے ہوئے چراغ سحری کی طرح اجالے کی کرنیں بکھیرنے میں مصروف تھے۔

اگرچہ زمانہ جاہلیت کی تعلیمی' مذہبی اور دیگر قسم کی تحریریں پردۂ اخفا ہی میں رہیں۔ لیکن اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان لوگوں میں بھی لکھنے پڑھنے والے موجود تھے۔ بلکہ بعض تحریرات تو یہاں تک رہنمائی کرتی ہیں کہ عرب کے جنوبی علاقوں میں عرصہ دراز تک ''خط مسند حمیری'' مستعمل رہا۔ اور شمالی علاقہ جات میں ''خط انباری وحمیری'' رائج تھا' جو بالاخر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی رواج پذیر ہو کر ''خط عربی'' یا ''خط حجازی'' کے نام سے مشہور ہوا۔

''اُمَّۃٌ اُمِیَّۃٌ'' ان پڑھ ہونے پر فخر کرنے والی قوم میں بھی تعلیم وتعلم کا ذوق پایا جاتا تھا۔ حدیث شریف میں ہے۔

انا امة امية لا نكتب ولا نحسب. ہم ان پڑھ امت ہیں۔ ہمیں لکھنا اور حساب کرنا نہیں آتا۔

مگر اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر کسی کو بھی عالم نہیں بنایا بلکہ دنیا میں آنے اور سن شعور کو پہنچنے پر ہی علوم سے بہرہ یاب فرمایا۔

## عربی زبان کی ابتدا:

قدیم ترین زبانوں میں سے عربی زبان بھی ہے۔ جس کا موجد یمنی قبائل کے اجداد میں سے یعرب بن قحطان تھا۔ جس نے سریانی زبان سے عربی تلفظ ایجاد کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام پہلے شخص تھے جنہوں نے عربی زبان میں کلام کیا۔ دونوں روایات میں باہم اس طرح مطابقت پیدا کی جا سکتی ہے کہ عربی



زبان کے موجد یعرب بن قحطان تھے۔ لیکن ملک حجاز کی خالص عربی زبان جس میں بعد کو قرآن پاک نازل ہوا۔ وہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی زبان تھی' خانہ بدوش عرب قبائل کے وطن میں پانی کی کمیابی نے تمدنی وسائل کو بھی معدوم کر دیا تھا' جس زمانہ میں بین الاقوامی تجارت کا انحصار تبادلہ اشیاء پر تھا' زرعی اور قدرتی وسائل سے محروم قبائل تمدنی ترقی میں پیش رفت کیسے کر سکتے تھے' تاہم ترقی کی امنگوں سے ان کے سینے خالی نہ تھے۔ چنانچہ علامہ بلاذری لکھتے ہیں۔

مرامر بن مرہ' اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ نے مل کر سریانی زبان سے عربی خط ایجاد کیا' ان سے یہ فن انبار کے کچھ لوگوں نے سیکھا' اہل انبار سے اہل حیرہ نے اسے حاصل کیا اور پھر بشر بن عبدالملک بن عبدالجن الکندی' جو دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کا بھائی تھا' نے حیرہ کے قیام کے دوران عربی رسم الخط سیکھ لیا۔ پھر کسی ضرورت سے اسے مکہ جانا ہوا۔ جہاں اس سے سفیان بن امیہ بن عبدالشمس اور ابوقیس بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب نے عربی رسم الخط سیکھ لیا۔ ان دونوں اشخاص نے اس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ خط سکھا دے' چنانچہ اس نے پہلے ہجاء سے آگاہ کیا' پھر رسم الخط بتایا اور وہ لکھنے لگے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ عربی املاء کی ابتدا کیسے ہوئی' انہوں نے فرمایا کہ قریش نے عربی رسم الخط حرب بن امیہ سے اور اس نے عبداللہ بن جدعان یا اکیدر حاکم دومۃ الجندل کے بھائی بشر سے سیکھا تھا۔ جب کہ ان دونوں نے حیرہ اور انبار کے لوگوں سے اور انہوں نے یمن کے باشندوں سے سیکھا تھا۔ امام نوویؒ کے قول سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں'' حجاز کے لوگوں نے اہل حیرہ سے لکھنا سیکھا تھا' اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے سب سے پہلے قلم سے لکھنے کا کام لیا تھا۔ جب کہ عربی کتابت کے موجد سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ سیدنا عبیداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

الخط لسان الید. لکھائی ہاتھ کی زبان ہے۔

بعض علماء کا ارشاد ہے:

الخط کالروح فی الجسد. خط کی مثال جسم میں روح کی سی ہے۔

الخط اصل الروح. خط ہی اصل روح ہے۔

## زمانہ قدیم کا رسم الخط:

قدیم زمانہ میں طرز تحریر دور حاضر سے بے حد مختلف تھا' الفاظ کی بناوٹ' نقاط کا اہتمام اور اعراب سے بالکل مستغنی تھا۔ لکھنے والا صرف حروف لکھنے پر اکتفا کرتا تھا' لیکن پڑھنے والے اس طرز تحریر کے ایسے عادی اور ماہر تھے کہ بغیر نقطوں کے تحریر بڑی روانی سے پڑھ لیتے اور کسی قسم کی دشواری محسوس نہ کرتے تھے' بلکہ محض سیاق وسباق کے قرینہ سے مشتبہ حروف میں امتیاز بھی سہولت سے کر لیتے تھے' جیسے فل' سحل وغیرہ۔

اعراب کا اہتمام تو کجا انہیں نقطے ڈالنا گوارہ نہ تھا اور اسے علمی اعتبار سے قصر شان سمجھتے تھے' چنانچہ علامہ مدائنی ایک مورخ کا مقولہ نقل کرتے ہیں:

كثرة النقط فی الكتاب سوء ظن بالمكتوب اليه. خط میں کثرت سے نقطے ڈالنا مکتوب الیہ (کی فہم) سے بدگمانی کے مترادف ہے۔

## دور جاہلیت اور مکہ کی مرکزیت:

جزیرۂ عرب میں جہالت و وحشت کا دور دورہ تھا۔ اس سرزمین میں ناخواندگی اور جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہر سو چھایا ہوا تھا' اسی بنا پر اسے ''دورِ جاہلیت'' کہا جانے لگا۔ تاہم معلم انسانیت ﷺ کی بعثت سے تقریباً نصف صدی پیشتر مکہ معظمہ کو بیت اللہ کی مناسبت سے ایک طرح کی مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ عرب کے تمام قبائل اس کی تقدیس کے قائل تھے۔ اس کے تقدس کے پیش نظر اس کے قرب و جوار میں سالانہ میلے اور بازار لگنے شروع ہو گئے تھے۔ اس نوعیت کے مرکزی اجتماعات مختلف قبائل کے شعرا' خطباء اور فصحاء کی علمی سرگرمیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔



عرفات کے قریب ''عکاظ'' کا میلہ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کی عکاسی کرتا تھا۔ جہاں ادبی و علمی محفلیں منعقد ہوتی تھیں' خطباء اور فضلاء علمی جواہر پاروں کا بھرپور مظاہرہ کرتے اور بڑے بڑے نامی گرامی شعراء اپنا کلام پیش کر کے داد تحسین حاصل کرتے۔ دور جاہلیت کے یہ شعراء مقبولیت عامہ حاصل کرنے کے لئے ایسی سلیس اور عام فہم زبان میں اشعار پیش کرتے جسے ہر خاص و عام بسہولت سمجھ کر محظوظ ہوتا اور ایسی فصیح اور عام فہم زبان قریش کی زبان تھی جس کی تفہیم میں کسی کو دشواری پیش نہ آتی تھی۔

طائف میں غیلان بن سلمہ ثقفی ہفتہ میں ایک دن علمی جلسہ منعقد کرتا' جس میں عربی نظمیں پڑھی جاتیں اور ان پر تنقید کی جاتی تھی ہفتہ کے باقی دنوں میں وہ کسی دن عدل گستری کا کام انجام دیتا اور کسی دن دوسرے فرائض میں مشغول ہوتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اہل مکہ اور عرب میں زبان کی نزاکت' لغات ومحاورات کی کثرت' قواعد صرف ونحو کا استحکام اور انتہائی بلند معیار منظوم ذخیرہ ان کے علمی ذوق کی ترجمانی کرتا ہے۔ علاوہ ازیں لکھنے پڑھنے کی چیزوں کے علمی نام اس قدر شہرت پذیر تھے کہ قرآن مجید نے بھی اپنے اوراق ان سے مزین کئے ہیں۔ جیسا کہ

وَرَق' قَرَاطِيس' کاغذ کے لئے۔ قَلَم' نُون. دوات کے لئے' مِدَاد. سیاہی۔ لَوْح. تختی۔ سَفَرَة' كَاتِبٌ' لکھنے والے۔ نَسْتَنْسِخُ' مَرْقُومٌ' مَسْطُورٌ' مُسْتَطِرٌ' مَكْتُوبٌ' تَخُطُّهُ' تُمْلٰى. يُمْلِلُ. یہ سب لکھنے کے معنی جو مختلف افعال پائے جاتے ہیں ان کے صیغے ہیں۔ اَسْفَار' زُبُر' كُتُب' صُحُف' سِجِلّ وغیرہ کتابوں اور تحریری چیزوں کے معنوں میں استعمال ہوتے تھے۔ غرض یہ الفاظ اور ان کی مماثل بنیادوں پر زمانہ اسلام کے عربوں نے علوم وفنون کی ایسی پرشکوہ عمارتیں کھڑی کیں جن پر پورے کرۂ ارضی کی علمی دنیا بجا طور پر فخر کرتی ہے۔

''سبع معلقات'' عرب کے سات مشہور و مایۂ ناز قصائد بھی عہد جاہلیت کی یادگار ہیں۔ انہیں دور جاہلیت ہی میں لکھ کر کعبہ معظمہ کے دروازے پر آویزاں کیا گیا

تھا۔ انہیں "السبعُ المُعلّقات" لٹکے ہوئے سات قصیدے اسی لئے کہا جاتا ہے۔ اسی اعزاز اور امتیاز نے ان سات نظموں کو عربی ادبیات میں ایک لافانی زندگی عطا کر دی ہے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب نے معلقات کو تقریباً ۴۵۰ء میں آویزاں کیا تھا۔ اس کے بعد وہ ڈیڑھ سو برس تک عربوں کا قبلہ جاناں بنے رہے۔ یہاں تک کہ قرآن نے آ کر اپنی معجزانہ فصاحت و بلاغت سے اس کے طلسم کو پاش پاش کر دیا۔ ہجرت نبوی سے ۳۵ برس قبل کا واقعہ ہے کہ عدی بن زید العبادی جب بڑا ہوا تو اس کے باپ نے اسے ایک مکتب میں داخل کر دیا۔ اس نے عربی ادب میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ اسے دیوانِ کسریٰ میں پذیرائی حاصل ہوگئی اور دیوان میں میر منشی کے منصب پر فائز ہوگیا۔ **هو افصح الناس و اكتبهم بالعربية والفارسية.**

قارئین کے لئے یہ بات یقیناً تعجب انگیز اور حیرت افزا ہوگی کہ اس زمانہ میں بھی لڑکوں اور لڑکیوں کے مدارس قائم تھے۔ خواہ وہ کتنے ہی ابتدائی نوعیت کے ہوں۔ لیکن تعلیمی شعور اور علمی ذوق کا نتیجہ تھا کہ لڑکوں کی تعلیم کی طرح لڑکیوں کی تعلیم کا احساس بھی پایا جاتا تھا چنانچہ علامہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کے قریب قبیلہ ہذیل کی ایک مشہور فاحشہ عورت "ظِلْمَه" بچپن میں اسکول جاتی تھی۔ جہاں اس کا محبوب مشغلہ بچوں کی دواتوں میں قلم ڈالنا اور نکالنا تھا۔

ہجرت کے تقریباً ساتویں سال معلم انسانیت ﷺ نے ایک تبلیغی نامہ مبارک مشرقی عرب کے علاقہ الحساء کے مقام جواثا میں بھیجا۔ جہاں پورے قبیلہ میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو خط پڑھ سکے۔ بالآخر ایک بچے نے خط پڑھ کر سنایا۔

علامہ احمد بن علی القلقشندی کی روایت کے مطابق زمانہ جاہلیت میں ابوسفیان بن حرب نے بھی مکتب قائم کر رکھا تھا۔ قریش کے متعدد لوگوں کے علاوہ عمر بن خطاب نے بھی اس میں تعلیم حاصل کی تھی۔



سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کی علمی حیثیت اس بات سے آشکارا ہوتی ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں تورات اور انجیل کا عبرانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا۔ ان کا یہ ایسا علمی شاہکار تھا۔ جس سے نہ صرف عربی میں مہارت کی عکاسی ہوتی ہے۔ بلکہ ان کی دوسری زبانوں پر بھی کامل دسترس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

## مکہ کے اہل علم:

یہ اہل مکہ ہی کا کمال تھا۔ جنہوں نے سب سے پہلے عربی زبان کو ایک تحریری زبان کی حیثیت عطا کی، سفیان بن حرب اور ابوقیس ابن عبد مناف کی مشترکہ کوششوں سے جو گلشن علم و حکمت معرضِ وجود میں آیا تھا۔ مکہ مکرمہ کے اہل قلم نے اس کی آبیاری کی۔ اور اس کی سدا بہار نگہتوں کو نکھار نبی امی معلم انسانیت ﷺ نے عطا کیا۔ اسے اپنے خونِ جگر سے سینچا اور شبانہ روز کی جدوجہد سے پروان چڑھایا۔ اسلام کی ابتداء میں مکہ معظمہ جیسے مرکزی مقام پر معدودے چند افراد تعلیم یافتہ تھے۔ لیکن اسلام کے نیر آفتاب نے لوگوں کے دلوں کو علوم کی ضیاپاشی سے ایسا منور کر دیا کہ تھوڑے سے عرصہ کے اندر اس تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوگیا۔ علامہ بلاذری کی تفصیلات کے مطابق اسلام کے ابتدائی زمانہ میں حسب ذیل حضرات علم کی دولت سے سرفراز تھے،

عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابوطالب۔ ابوعبیدہ بن جراح، طلحہ، یزید بن ابو سفیان، ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، حاطب بن عمرو، ابوسلمہ بن عبدالاسد، ابان بن سعید، خالد بن سعید، عبداللہ بن سعد۔ حویطب بن عبدالعزیٰ، ابوسفیان بن امیہ، معاویہ بن ابو سفیان، جہیم بن صلت، العلاء الحضرمی۔

علاوہ ازیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ جس کا تذکرہ واقعۂ ہجرت میں پایا جاتا ہے۔ محسن انسانیت ﷺ نے جب اپنے ہم وطنوں کی ایذا رسانیوں سے مجبور ہو کر ہجرتِ مدینہ کا سفر فرمایا تو کفار نے آپ کی گرفتاری یا قتل پر ایک سو اونٹ انعام کا اعلان کیا۔ ان

حالات میں سفر کی نزاکت اور صعوبتوں کا اندازہ کیجئے' جان بچانا بھی آسان نہ تھا۔ مگر یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس سخت بے سروسامانی کے سفر میں بھی قلم دوات آپؐ کے پاس تھی۔ چنانچہ جب انعام کے لالچ میں سراقہ بن مالک تلاش کرتا ہوا آپ تک پہنچ گیا۔ مگر معجزانہ طور پر آپ کی حفاظت کا سامان ہوا۔ جب سراقہ بے بس ہو گیا۔ تو عرض کی کہ میں واپس چلا جاتا ہوں۔ آپ مجھے ایک تحریر لکھ دیں کہ اگر آپؐ غالب ہوئے تو مجھے امان ہے۔ اس پر آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ سے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھوا دیا۔

علامہ ابن ندیم نے لکھا ہے کہ مامون الرشید کے کتب خانہ میں عبدالمطلب بن ہاشم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر پائی گئی تھی۔ جو انہوں نے کسی شخص سے قرض وصول کرنے کے سلسلہ میں تحریر کی تھی۔ جس سے ان کے تعلیم یافتہ ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

## مدینہ کے اصحاب العلم:

یوں ہی آفتابِ رسالت ﷺ طلوع ہونے سے پہلے مدینہ منورہ میں بھی تعلیم و تعلم کا سلسلہ قائم تھا' یہود کی تعلیمی درسگاہوں میں تورات کی تعلیم کے علاوہ لکھنے پڑھنے کی تربیت کا انتظام بھی تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ فخر انسانیت ﷺ مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ یہود سے جنگ کرنے کے لئے فوراً روانہ ہو جاؤ۔ ہم لوگ مدینہ سے نکل کر یہود کی آبادی کی طرف چل دیئے۔ حتیٰ کہ ''بیت المدراس'' تک پہنچ گئے[1] بخاری شریف کی اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے علامہ کرمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ''المدراس'' اس جگہ کو کہا جاتا تھا۔ جہاں یہود تورات کی تعلیم دیتے تھے[2] علامہ عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ لفظ ''بیت المدارس'' بھی استعمال ہوا ہے۔ جب کہ مدارس کتاب کی تدریس کے

۱ صحیح بخاری' کتاب الاکرہ ''باب فی بیع المکرہ'' ج۲:۱۰۲۷۔
۲ ارشاد الساری ج۲:۶۵۔



علاوہ دیگر علوم کے تعلیمی مرکز کو کہا جاتا ہے[1]

تاہم اوس وخزرج یعنی مدینہ کے انصار مکہ والوں سے زیادہ متمدن ہونے کے باوصف ان میں تحریر و کتابت اور علم وادب کا رواج مکہ والوں سے بھی کم تھا۔ ان قبائل میں عربی لکھنے والوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ یہود میں سے کسی نے انہیں لکھنا سکھایا تھا۔ البتہ اسلام کے ظہور سے کچھ زمانہ قبل اہل مدینہ کے بچے تحریر و املاء کا فن سیکھ رہے تھے۔ جب اسلام آیا تو اوس وخزرج کے متعدد آدمی زیور تعلیم سے آراستہ ہو چکے تھے۔

امام بلاذری کی بیان کردہ روایت کے مطابق حسب ذیل تیرہ افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

سعد بن عبادۃ بن دلیم' منذر بن عمرو' ابی بن کعب' زید بن ثابت' رافع بن مالک' اسید بن حضیر' معن بن عدی' بشیر بن سعد' سعد بن ربیع' اوس بن خولی' عبداللہ بن ابی المنافق' سوید بن الصامت اور حضیر الکتائب[2]

امام مسلم کی روایت میں سیدنا کعب بن مالک انصاری اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر بھی موجود ہے[3] جب کہ حضرت انس دس سال کی عمر سے لکھنا جانتے تھے' اسی طرح مناہل العرفان میں عمرو بن سعید اور ابی بن وھب کے نام بھی مذکور ہیں[4]

## ذرائع تعلیم:

تعلیم حاصل کرنے کے ذرائع بالعموم تین ہیں۔ ❶ وحی یعنی انبیاء کے ذریعہ ❷ حواس۔ ❸ عقل وفکر اور استنباط کے ذریعہ' ان تینوں کی حسن تکمیل کی خاطر خالق

۱ عمدۃ القاری ج۱۱:۲۵۶۔
۲ فتوح البلدان: ۶۶۸۔
۳ صحیح مسلم ج۲:۳۶۲ کتاب التوبہ باب حدیث توبہ کعب بن مالک۔
۴ مناہل العرفان ج۱:۲۵۶۔

کائنات نے محسن کائنات ﷺ کو انسانی فکر و قیاس سے بالاتر علمی مراتب مرحمت فرمانے کی خاطر جائے پیدائش سے لے کر آپ کے ذاتی حالات تک ہر چیز اور ہر مرحلہ کچھ ایسی انوکھی نوعیت کا بنایا کہ کوئی انسان اپنی ذاتی کاوش اور ظاہری وسائل کے بل بوتے پر اس اوجِ کمال تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جائے پیدائش کے لئے عرب کا صحرا تجویز ہوا۔ جو متمدن دنیا اور علم وحکمت کے مراکز سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ جس کے راستے اور ذرائع مواصلات ایسے دشوار گذار اور جاں گداز تھے، کہ شام، عراق اور مصر جیسے ترقی یافتہ شہروں کے باشندوں کے ساتھ کوئی رابطہ تک نہ تھا۔

ایسے ماحول میں پیدا ہونے اور نشونما پانے والے انسان سے علم وحکمت اور اخلاق فاضلہ عالیہ کے ظہور کا تصور کیسے ہوسکتا تھا۔ لیکن حق تعالیٰ نے آپؐ کو خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ تو آپ کی زبان سے علم و دانش کا ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا کہ پھر آپ کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے بڑے بڑے نامور اور شہرۂ آفاق شعراء و بلغاء بھی دم بخود ہو کر رہ گئے۔

## پہلا خدائی حکم:

اسلام کے افق خاور پر طلوع ہوتے ہی جو پہلا اعلان کیا وہ نہ ہی توحید و رسالت کا تھا، نہ عبادت وریاضت کا اور نہ ہی مکارم اخلاق اور انسانی حقوق کا تھا۔ نبی امی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلا جو خدائی حکم ملا۔ جس سے وحی خداوندی کا آغاز ہوا۔ وہ تعلیم وحکمت جیسے عظیم المرتبت موضوع پر مبنی تھا۔ کیونکہ علم ہی معرفت الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ علاوہ ازیں علم ہی انسان کو دوسری ساری مخلوقات اور حیوانات سے ممتاز اور اشرف و اعلیٰ بناتا ہے۔ اسلام کے سب سے پہلے اعلان کا سب سے پہلا لفظ جو دنیا نے سنا، بظاہر کیسی حیرت انگیز بات ہے۔ وہ لفظ ''اقرأ'' تھا۔ اس معنی خیز لفظ سے تحریر و کتابت کی اہمیت دنیا پر آشکارا ہو گئی۔ ارشاد اولیں ہوتا ہے۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَo — اپنے رب کے نام سے پڑھ۔ جس نے پیدا کیا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍo — آدمی کو پیدا کیا جمے ہوئے لہو سے۔

اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُo — پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْo[1] — جس نے علم سکھایا قلم سے۔ آدمی کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

## مکہ کی اولین درسگاہ:

معلم انسانیت ﷺ نے تعلیم وتلقین کا مقدس سلسلہ سرزمین مکہ ہی سے شروع فرما دیا تھا۔ اور ارقم بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ''دارارقم'' کو اپنی اولیں درسگاہ قرار دیا تھا جہاں مسلمانوں کو قرآن مجید اور دینی مسائل سے سرفراز فرماتے تھے۔ آپؐ انہیں نہ صرف اخلاقی و مذہبی تعلیم سے بہرہ یاب فرماتے تھے، بلکہ ان کی عملی تربیت بھی کرتے اور انہیں علم کی فضیلت سے روشناس فرماتے تھے۔ شدید ترین مخالفتوں کے باوجود آپ نے تعلیمی وتبلیغی سرگرمیاں مسلسل جاری رکھیں۔ بعض صحابہ مسلمانوں کے گھروں میں بھی جا کر قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ جیسا کہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی کو سورہ طٰہٰ کی تعلیم دیا کرتے تھے اور یہی واقعہ حضرت عمرؓ کی ہدایت کا موجب بنا تھا۔

## اہمیت علم:

علم ایک ایسی عظیم الشان نعمت ہے۔ جس سے صرف انسان سرفراز ہوا ہے۔ جس میں کسی دوسری مخلوق کی شرکت نہیں۔ ذرا کلام خداوندی کا اعجاز ملاحظہ ہو کہ علم کی نعمت کو نہ ''رب'' کی طرف منسوب کیا نہ ''رب کریم'' کی طرف، بلکہ ''رب اکرم'' سے نسبت دی، تاکہ معلوم ہو جائے کہ علم کی نعمت ایسی ذی وقار نعمت ہے۔ جو بے حد کرم والے پروردگار کا کرم ہے۔ ''رب اکرم'' فرما کر علم کی عظمت واہمیت کو پوری طرح آشکارا کر کے یہ بھی واضح کر دیا کہ قلم وتحریر کے ذریعہ انسان کے علم میں جو

[1] سورۃ العلق: ۱تا۵

لامتناہی وسعتیں اور فراوانی بخشی گئی ہے۔ اس کا اندازہ کرنا کسی کے بس کا روگ نہیں۔

اور ساتھ ہی فرما دیا۔

**عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ.**

پڑھنے کے ساتھ ہی اس کے لوازمات کا ذکر اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ یعنی قلم ہی علم کا واسطہ ہے۔ جو انسانی تہذیب وتمدن کا ضامن ہے۔ چونکہ علم حاصل کرنے کی عام طور پر دو ہی صورتیں ہیں ایک زبانی اور دوسری بذریعہ قلم تحریر و کتابت کی صورت میں۔ اس لئے اولیں طور پر ان دونوں کا ذکر کر دیا گیا۔ "اِقْرَاْ" سے زبانی تعلیم کی ترغیب اور "عَلَّمَ بِالْقَلَمِ" سے تحریر و کتابت کی ضرورت اہمیت کو دنیا پر روشن کر دیا جائے اور علم کو سینوں سے نکال کر کتابوں کے سفینوں میں محفوظ کر دیا جائے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

اللہ رب العزت کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ان چیزوں کے علم سے سرفراز فرمایا جنہیں وہ نہیں جانتے تھے۔ انہیں جہالت کے اندھیروں سے نکال کر نورِ علم سے بہرہ یاب فرمایا۔ اور علم و کتابت کی ترغیب دی۔ کیونکہ اس میں بے شمار منافع ہیں۔ جنہیں اللہ کے سوا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمان ہے۔

قلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر قلم نہ ہوتا تو نہ کوئی دین قائم رہتا اور نہ ہی دنیا کے کاروبار درست ہوتے، تمام علوم وحکم کی تدوین اور اولین و آخرین کی تاریخ، ان کے حالات و مقالات اور اللہ کریم کی نازل کردہ کتابیں، سب قلم ہی کے ذریعہ معرضِ وجود میں آئیں (یعنی لکھی گئیں) اور رہتی دنیا تک باقی رہیں گی۔ اگر قلم نہ ہوتا تو دین و دنیا کے سارے کام ناتمام رہتے۔

✻ ✻ ✻



# فضیلت علم قرآنی تناظر میں

اللہ رب العزت نے علم کی بزرگی، برتری، فضیلت اور اہل علم کا رتبہ و مقام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

| | |
|---|---|
| شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ[1] | اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور فرشتوں اور علم والوں نے بھی یہ گواہی دی۔ |
| اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا[2] | بے شک اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں سے علم والے ہیں۔ |
| هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ[3] | کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔ |
| وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا[4] | اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری اور تجھے وہ باتیں سکھائیں جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔ |
| نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ[5] | ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے چاہیں اور ہر جاننے والے سے اوپر ایک جاننے والا ہے۔ |

۱ آل عمران:۱۸
۲ فاطر:۲۸
۳ زمر:۹
۴ نساء:۱۱۳
۵ یوسف:۷۶

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ.[1]

تم میں سے جنہیں دولت ایمان عطا ہوئی ان کا درجہ خدا کے یہاں بلند ہے اور جنہیں علم بھی عطا ہوا' ان کے درجات و مراتب تو بہت ہی زیادہ ہیں۔

مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا.[2]

جسے علم وحکمت عطا ہوئی اسے خیر کثیر دے دی گئی۔

فَلَوْلاَ نَفَرَمِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ.[3]

تاکہ وہ دین کی تعلیم حاصل کرتے رہیں اور جب وہ (تعلیم حاصل کر کے) واپس آئیں تو اپنی قوم کو تعلیم دے کر خدا کے عذاب سے ڈرائیں تاکہ وہ بری باتوں سے پرہیز کریں۔

## علم کی ترغیب:

اس سلسلہ میں معلم اعظم ﷺ نے علم وقلم کی برکات اور فیوضات سے مستفید و مستفیض ہونے کی ترغیب دی۔ ارشاد ہوتا ہے۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة.[4]

علم حاصل کرنا مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين وانما انا قاسم والله يعطي.

جن کے واسطے اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتے ہیں' ان کو دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں علوم نبوت عطاء خداوندی ہیں۔ جنہیں میں

1 المجادلہ:١١
2 بقرہ:٢٦٩
3 توبہ:١٢٢
4 صحیح بخاری' کتاب العلم ج١



تقسیم کرتا ہوں۔

فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد.[1]

ایک فقیہ عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

فضل العالم على العابد كفضلي على ادناكم. ان الله وملائكة واهل السموت والارض حتى النملة في حجره و حتى الحوت ليصلون على معلم الناس الخير.[2]

ایک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے' جیسے میری فضیلت تم سے ادنیٰ آدمی پر۔ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور زمین وآسمان کے رہنے والے حتی کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں بھی ان عالموں کے حق میں دعا خیر کرتی ہیں۔ جو لوگوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دیتی ہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ جس آدمی نے علم حاصل کرنے کا راستہ اختیار کیا' اللہ رب العزت اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں اور اللہ کے فرشتے اس کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ اور بے شک عالم کے لئے زمین وآسمان کی ہر ایک چیز حتی کہ پانی میں مچھلیاں بھی مغفرت طلب کرتی ہیں اور عالم کو عابد پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح تمام ستاروں پر چاند کو حاصل ہے۔[3]

یہ کہ علماء انبیاء کے وارث ہے۔ جب کہ انبیاء کرام دینار اور درہم ورثہ میں نہیں چھوڑتے۔ وہ تو علم ہی چھوڑ کر جاتے ہیں' پس جس نے اس ورثہ سے کچھ حاصل کیا تو اس نے بہت بڑا حصہ حاصل کرلیا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ایک ہزار عابد کی نسبت ایک عالم شیطان پر زیادہ سخت ہے۔[4]

1 جامع ترمذی' باب ماجاء فی فضل الفقه علیہ العبادۃ ج٢:٩٧
2 ایضاً
3 ایضاً
4 شعب الایمان ج٢:٢٦٧

آپ نے فرمایا: قیامت کے دن عابد اور عالم جب اللہ کے حضور پیش ہوں گے تو حکم ہوگا کہ عابد کو جنت میں داخل کردیا جائے۔ جب کہ عالم سے کہا جائے گا ذرا ٹھہریئے، جن لوگوں کو دنیا میں علم وادب کی دولت سے مالا مال کیا تھا ان کی شفاعت بھی کردیں تا کہ وہ بھی جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوسکیں۔[۱]

آپ نے ارشاد فرمایا:

**العلماء خلفاء الانبیاء.** علماء انبیاء کے خلفاء ہیں۔

ایک روایت میں ہے:

**العالم والمتعلم شریکان فی الاجر.** عالم اور طالب علم دونوں اجر میں شریک ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: عالم زمین پر خدا کا امین ہے۔ نیز فرمایا: علماء بارانِ رحمت ہیں جہاں بھی ہوں گے نفع پہنچائیں گے۔

ہجرت مدینہ کے بعد معلم انسانیت ﷺ نے علم وادب کی نشر واشاعت اور خواندگی کو عام کرنے کے لئے بھرپور کوشش فرمائی۔ تعلیم وتعلم کے مختلف طریقے اپنا کر تقریباً ہر فرد کو زیور تعلیم سے آراستہ کردیا۔ اس شعبہ کو ترقی کے درجہ کمال تک پہنچانے کے لئے معلم انسانیت ﷺ نے فرمایا:

جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرتا ہے اللہ پاک اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دیتا ہے۔ اگر کوئی قوم کسی مسجد میں تلاوت قرآن مجید اور تعلیم وتعلم کے لئے جمع ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان پر سکینت نازل کرتا ہے۔ اللہ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان پر اپنے پر بچھا لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر بڑے فخر کے ساتھ فرشتوں میں کرتے ہیں۔[۲]

---

۱ ایضاً: ۲۷۵

۲ العلم والعلماء



ایک روایت میں ہے:

**مَثَلُ العلماء فی الارض کمثل النجوم فی السماء.** جس طرح آسمان میں ستارے چمک رہے ہیں زمین میں علماء کی مثال بھی درخشندہ ستاروں کی سی ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

جو عالم دین فرض نماز کی ادائیگی کے بعد لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا ہے۔ اسے ایسے عابد پر جو دن بھر روزہ رکھنے والا اور ساری رات قیام میں گذارنے والا ہے، ایسی فضیلت حاصل ہے۔ جیسی تم میں سے کسی ادنیٰ آدمی پر مجھے فضیلت حاصل ہے۔[۱]

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس علم وہدایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ اس کی مثال تیز بارش کی سی ہے، جس کے برسنے سے ایک زمین سیراب ہوئی اور اس میں بہت سا ہرا بھرا سبزا اگا۔ دوسری زمین بھی سیراب ہوئی اور اس نے پانی جمع کرلیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ انہوں نے اس سے پیا، کھیتی کی، آب پاشی کی۔ لیکن ایک زمین ایسی بھی نکلی جس نے نہ سبزہ پیدا کیا، نہ پانی روکا۔

یہی مثال ان لوگوں کی ہے۔ جنہوں نے دین الٰہی میں مہارت حاصل کی اور میری لائی ہوئی ہدایت سے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے خود علم حاصل کیا۔ اس پر عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور تیسری نوعیت کی زمین کی مثال ان لوگوں کی مانند ہے جنہوں نے نہ میری ہدایت قبول کی نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھایا۔[۲]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔

---

۱ مشکوٰۃ: ۳۶

۲ العلم والعلماء: ۴۷

علم سیکھو' اس کا سیکھنا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے اور علم کا طلب کرنا عبادت ہے' اس کا مذاکرہ تسبیح ہے' اس میں بحث اور پوچھ گچھ کرنی جہاد ہے اور ان پڑھ کو سکھانا صدقہ ہے اور علم کا اس کے اہل کو دینا قربت ہے۔ اس لئے کہ علم حلال وحرام بتانے والی چیز ہے۔ یہ اہل جنت کی روشن نشانی ہے۔ وحشت کے اوقات میں انس دلانے والا ہے۔ مسافرت کا ساتھی ہے۔ تنہائی میں محدث ہے۔ نفع و نقصان کی دلیل ہے۔ دشمن کے خلاف ہتھیار ہے اور بزرگوں کے نزدیک یہ دین ہے۔ دوستوں کے نزدیک زینت ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو بلند مراتب عطا کرتا ہے اور بھلائی میں انہیں سردار اور امام بنا دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کے آثار حاصل کئے جاتے ہیں اور ان کے افعال کی اقتدا کی جاتی ہے۔ ان کی رائے پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ فرشتے ان سے دوستی کرنے میں راغب ہیں اور اپنے کپڑوں سے انہیں چھوتے ہیں۔ اہل علم کے لئے ہر خشک و تر چیز مغفرت طلب کرتی ہے۔ یہاں تک کہ مچھلیاں سمندر میں' کیڑے مکوڑے اور چیرنے پھاڑنے والے جانور بھی دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

اس لئے کہ علم جہالت سے دلوں کو حیاتِ سرمدی عطا کرتا ہے اور تاریکیوں سے آنکھوں کے لئے چراغ ہدایت ہے۔ علم ہی کے ذریعہ بزرگ لوگوں کے بلند مراتب تک رسائی ممکن ہے۔ اور دنیا و آخرت کے بلند درجات حاصل کئے جاتے ہیں۔ علم میں فکر و تدبر اور مطالعہ کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ اس کا پڑھنا پڑھانا' درس و تدریس رات کی عبادت (تہجد) کے برابر ہے۔ اس کے ذریعہ صلہ رحمی کی جاتی ہے اور حلال کو حرام سے پہچانا جاتا ہے۔ علم' عمل کا امام ہے اور عمل اس کے تابع ہے۔ نیک سرشت لوگوں کے دلوں میں اس کا الہام کیا جاتا ہے جب کہ بدبخت اس سے محروم رکھے جاتے ہیں۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

یہ قرآن اللہ پاک کا عام دستر خوان ہے' تم میں سے جو شخص طاقت رکھے کہ

[1] جامع بیان العلم بحوالہ حیات الصحابہ ج ۳: ۱۷۴



اس میں سے کچھ سیکھے' پس چاہئے کہ ایسا کرے۔ بے شک گھر میں سے وہ گھر خیر سے خالی ہے جس میں کتاب اللہ میں سے کچھ نہ ہو۔ ایسا گھر اس ویران مکان کی مانند ہے جسے کوئی آباد کرنے والا نہیں اور بے شک شیطان ایسے گھر سے بھاگ جاتا ہے۔ جس میں سورہ بقرہ پڑھی جائے۔[1]

## ماہرین علوم کا تقرر:

خواندگی کو عام کرنے اور اس شعبہ کو ترقی کے درجۂ کمال تک پہنچانے کے لئے معلم انسانیت ﷺ نے متعدد انتظامات بروئے کار لائے' اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی یہ بھی تھی کہ علوم وفنون کے ماہر اساتذہ تعلیمی خدمات پر تعینات کئے۔ دوسرے شہروں سے ماہرین کو طلب کیا۔ جو قرآن و حدیث اور فقہی مسائل کی تعلیم و ترویج میں ہمہ وقت مشغول و مصروف رہتے تھے۔ آپؐ کے فیضانِ نظر اور معلمین' مدرسین اور مبلغین کی مخلصانہ جدوجہد سے سرزمین عرب کا جہالت کدہ بتدریج علوم وفنون کا گہوارہ بن گیا اور ایشیا' افریقہ اور یورپ تک ان کی شاگردی پر ناز کرنے لگے۔ معروف اساتذہ میں سیدنا سعد بن ربیع الخزرجی' سیدنا بشر بن سعد بن ثعلبہ' سیدنا ابان بن سعید بن العاص شامل تھے' جبکہ بشر بن سعد زمانہ جاہلیت سے عربی لکھنا جانتے تھے۔

علاوہ ازیں عہد اسلام میں حسب ذیل اساتذہ بھی تعلیمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

الضحاک بن مزاحم' عامر الشعبی' باذام مولیٰ ام ہانی' ابو عبدالرحمٰن السلمی اور عبداللہ بن حبیب حضرات حسنین کریمین کے اساتذہ میں سے تھے اور عبداللہ بن حارث وغیرہ۔

زمانہ جاہلیت کے معلمین حسب ذیل تھے۔

بشر بن عبدالملک السکونی' سفیان بن امیہ بن عبدالشمس' ابوقیس بن عبد مناف بن زہرہ' غیلان بن سلمہ بن معتب الثقفی' عمرو بن زرارہ بن عدس

[1] ایضاً: ۲۴۹

بن زید کاتب کے لقب سے شہرت رکھتے تھے۔

جن لوگوں کو حضور انور ﷺ نے معلم و مدرس کی حیثیت سے تعینات فرمایا تھا ان میں سیدنا ابوجفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔جنہیں مدینہ طلب کیا اور لوگوں کو تحریر وکتابت کا فن سکھانے پر مامور فرمایا۔

اس شعبہ میں سیدنا ابورافع مولیٰ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مامور تھے جو املا کراتے اور طلباء ان کے پاس بیٹھ کر مشق کرتے تھے۔کبھی کبھار تدریس کی خدمت مہاجرین کو بھی سونپی جاتی تھی۔کہ انصار کو تعلیم دیں۔جیسا کہ سیدنا وردان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب طائف سے آئے' تو سید عالم ﷺ نے انہیں ریان بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیا۔کہ ان کے مصارف کا بار اٹھائیں اور قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرلیں۔

لکھائی کے لئے قلم' دوات اور تختی استعمال کرنے کا رواج تھا' ایک مرتبہ فخر دو عالم ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ لکھوانے کے لئے طلب فرمایا۔تو وہ قلم دوات اور تختی لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔

سیدہ ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تختی پر لکھنے کی مشق کرتی تھیں اور طلباء کو تختی پر لکھنا سکھاتی تھیں۔

## تختیاں دھونے میں احتیاط:

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ جو استاد اپنے بچوں کی دھوئی ہوئی تختی کے پانی کی حفاظت نہیں کرتا۔چاہے وہ یہودی مرے چاہے نصرانی۔حضرت ابوبکر' عمر' عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں تختی کا پانی ایک گڑھے میں گرا دیتے تھے۔بلکہ اس زمانہ کے سارے لوگ تختی کے دھوؤں کا پانی سمندر' دریا' کنویں یا پاک گڑھے میں ڈال دیتے تھے تاکہ پاؤں تلے روندا نہ جائے۔ص ۳۶۵' عہد نبوی کا تمدن۔

## نظام اوقات:

معلم انسانیت ﷺ نے کاتب وحی سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر و



کتابت کے سلسلہ میں انتہائی قابل قدر ہدایات دیں۔

طلباء کے لئے نظام الاوقات مقرر تھا۔جس کی پابندی ضروری تھی۔طلبہ کی مرضی پر آنا جانا نہیں تھا۔بلکہ اساتذہ نے جو اوقات مقرر کر رکھے تھے ان میں پڑھنا اور باہم مذاکرہ (تکرار) کرنا لازمی تھا۔تعلیم کے اوقات عموماً نماز فجر کے بعد چاشت تک یا ظہر عصر تک تھے طلبا تعلیم شروع ہونے سے پہلے جماعتوں میں پہنچ جاتے اور اپنی اپنی مخصوص جگہ بیٹھ جاتے۔اگر کوئی طالب علم سبق میں حاضر نہ ہوتا۔تو اساتذہ اس سے بازپرس کرتے اور غیر حاضری کا سبب دریافت کرتے۔

## نصاب تعلیم:

نصاب تعلیم کی تفصیلات وثوق کے ساتھ بیان کرنا بے حد دشوار ہے۔البتہ مختلف روایات سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے۔کہ بعض مخصوص اساتذہ کے پاس مخصوص فنون اور کتب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھی لوگ جاتے تھے۔کیونکہ حضور انور ﷺ نے قرآن مجید و حدیث شریف اور دین کے ضروری مسائل کی تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ بہت سے علوم وفنون کی تعلیم و تربیت کا حکم دے رکھا تھا۔جن میں علم تجوید' علم انساب' علم ہیئت' علم طب' علم الفرائض یعنی وراثت کے احکام' پیراکی' نشانہ بازی اور فن کتابت وغیرہ شامل تھے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا

**تعلموا من انسابکم ما تصلون به ارحامکم۔**[1]

ایک روایت میں ہے کہ سلسلہ نسب کا علم حاصل کرو' تاکہ تمہارے درمیان محبت بڑھے۔[2]

**تعلموا النجوم ماتهتدون به فی ظلمات البر والبحر.**[3] علم نجوم حاصل کرو۔تاکہ خشکی اور تری کے راستے دریافت کرنے میں آسانی ہو۔

---

۱ مستدرک حاکم ج ۴: ۱۶۱۔ ترمذی' ابواب البر والصلۃ ج ۲: ۱۸۔

۲ جمع الجوامع عنوان تعلموا ج ۱: ۴۷۵

۳ ایضاً

علم میراث کے متعلق ارشاد فرمایا:

**تعلموا الفرائض و علموه الناس.**[1] — وراثت کا علم حاصل کرو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ۔

جہاد کی تیاری کرنے کی خاطر فرمایا:

**تعلموا الرمی والقران.**[2] — تیراندازی سیکھو اور قرآن کی تعلیم حاصل کرو۔

نوشت وخواند کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

**قیدوا العلم بالکتاب.**[3] — علم کو لکھائی کے ذریعہ محفوظ کرو۔

حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا۔ اور حافظہ کمزور ہونے کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:

**"استعن بیمینک"**[4] — دائیں ہاتھ سے مدد لو۔ یعنی لکھ کر علم کو محفوظ کرلو۔

اسی بنا پر قرآن مجید ناظرہ پڑھنے اور حفظ کرنے کے علاوہ دیگر دینی علوم کے ساتھ تحریر و کتابت اور املا بھی نصاب تعلیم میں شامل تھی۔ سیدنا عبداللہ بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت سے خوش نویسی میں مشہور تھے اور ''الکاتب'' کے لقب سے شہرت پذیر تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے انہیں کتابت اور املا سکھانے پر مامور فرمادیا۔[5]

اسی طرح سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عربی کے مشہور خوش نویس اور ''الکامل'' کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ انہیں بھی مسلمانوں کی تعلیمی خدمات انجام دینے پر تعینات فرمایا۔[6]

---

۱ ایضاً
۲ ایضاً
۳ سنن دارمی ج۱:۱۰۵
۴ مجمع الزوائد ج۱:۱۵۲
۵ اسد الغابہ ج۳:۱۷۵
۶ الاصابہ ج۲:۲۷



عرب میں ''الکامل'' اس شخص کو اعزازی طور پر کہا جاتا تھا۔ جو لکھائی میں مہارت کے علاوہ تیراندازی اور پیراکی میں بھی ماہر ہوتا تھا۔ سیدنا سعد بن عبادہ بھی ان اوصاف کے مالک تھے۔[1]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی قرآنی تعلیمات کے علاوہ تحریر وکتابت کی مشق کرانے کی خدمت سپرد کی گئی تھی[2] سیدنا زید بن ثابت الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ کے کاتب وحی تھے اور مسلمانوں کو بھی فن کتابت سکھاتے تھے۔ موصوف قراۃ، فرائض اور فقہ میں بھی مہارت کاملہ کے مالک تھے۔[3]

## طالبانِ علم کا اکرام:

جو لوگ علم حاصل کرنے آتے ان کی بھرپور حوصلہ افزائی کی جاتی۔ آنے والوں کو خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا جاتا اور بڑے جوش وجذبہ سے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا جاتا تھا۔ سیدنا صفوان بن عسال المرادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں محسن انسانیت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جب کہ آپ مسجد نبوی شریف میں سرخ چادر اوڑھے تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کیا

**یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انی جئت اطلب العلم.** — یارسول اللہ میں علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے

**فقال مرحبا بطالب العلم.** — خوش آمدید کہا۔

اور ارشاد فرمایا کہ طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ پھر خوشی اور محبت سے ایک دوسرے فرشتے کے اوپر چڑھتے چڑھتے آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔[4]

---

۱ السنۃ قبل التدوین:۲۹۶
۲ سنن ابوداؤد' کتاب البیوع' باب کسب العلم ج۲:۵۸۲
۳ کتاب المحبر:۳۷۹
۴ مجمع الزوائد ج۱:۱۳۱

انصار کے ہر گھر نے تعلیمی درسگاہ کی حیثیت اختیار کر لی تھی جہاں شب و روز قرآن و حدیث کے پڑھنے پڑھانے کی روح پرور آوازیں گونجتی تھیں۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ میں نے علم کا ذخیرہ سب سے زیادہ انصار سے حاصل کیا تھا۔[1]

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خدمت میں لوگ دور دراز علاقوں سے علم دین حاصل کرنے کے لئے مدینہ منورہ آتے تھے۔ جن کا صحابہؓ نہایت فراخ دلی اور خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرتے، جیسا کہ سیدنا ابو ہردن عبدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم لوگ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے بڑے ادب و احترام اور خوشی سے مرحبا کہا۔ اور فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمہارے پاس لوگ دنیا کے گوشے کونے سے علم حاصل کرنے آئیں گے۔ لہٰذا جب وہ آئیں تو تم ان کا خیر مقدم کرنا۔[2]

سیدنا عمر فاروقؓ کی مجلس میں نوجوان قراء اور ادھیڑ عمر کے قاریوں کے لئے خصوصیت سے اکرام اور اعزاز ہوا کرتا تھا۔[3]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ عنقریب علم دین حاصل کرنے کے لئے لوگ اونٹوں کے کلیجے فنا کر دیں گے۔ مگر انہیں کہیں بھی جید اور مستند عالم نہ ملے گا۔ بالآخر وہ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے مدینہ منورہ کے علماء کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔[4]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لوگ مشرق اور مغرب سے علم کی طلب میں نکلیں گے۔ مگر وہ مدینہ منورہ کے

---

۱ عیون الاخبار ج ۲: ۱۲۲
۲ جامع ترمذی کتاب العلم، باب ماجاء فی الاستیصا بمن یطلب العلم ج ۲: ۹۳
۳ عہد نبوی کا اسلامی تمدن: ۳۷۵
۴ جامع ترمذی کتاب العلم، باب ماجاء فی عالم المدینہ ج ۲: ۹۷



علماء سے زیادہ علم والا کہیں بھی کسی کو نہیں پائیں گے یا اس طرح فرمایا کہ اہل مدینہ سے زیادہ علم والا کسی کو نہیں پائیں گے۔[1]

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

الناس تبع لکم یا اھل المدینة فی العلم.[2] — اے اہالیانِ مدینہ لوگ علم میں تمہاری اتباع کریں گے۔

حضرت ابو العالیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ بصرہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مرویات سنتے تھے۔ لیکن اس پر پوری طرح تشفی نہ ہوتی، اس لئے ہم خود مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر صحابہؓ کی زبانی احادیث سنتے تھے۔[3]

❋ ❋ ❋

---

۱ مجمع الزوائد ج ۱: ۱۳۴، جامع ترمذی ج ۲: ۹۳
۲ جامع صغیر ج ۲: ۱۸۷، جامع ترمذی ج ۲: ۹۳
۳ سنن دارمی: باب الرحلۃ فی العلم ۱: ۱۱۴

# آداب کتابت

معلم انسانیت ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حروف کے رسم الخط اور ترتیب سے بھی آگاہ فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم لکھو تو اس میں سین کو ظاہر کرو۔ یعنی ''ب'' کو ''س'' سے ادغام کر کے لکھو۔ یعنی ''بسم'' لکھو۔ ''باسم'' نہ لکھو۔ آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: حرف ''س'' کے تینوں شوشے برابر دیا کرو اور اسے شوشوں کے بغیر نہ لکھا کرو۔[1]

سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے انہیں فرمایا:

دوات کو ڈالے رکھو اور قلم کو ٹیڑھا قط لگاؤ۔ اور با (ب) کو سیدھا لکھو اور ''س'' کو کھینچ کر لکھو اور ''م'' کو ظاہر نہ کرو۔ اور ''اللّٰہ'' کے لفظ کو اچھی طرح لکھو۔ ''الرحمن'' کو کھینچ کر لکھو۔ اور ''الرحیم'' کو الگ سے لکھو۔

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: قلم کان پر رکھ لیا کرو۔ اس سے حافظہ خوب تیز ہوتا ہے اور املاء کرانے میں سہولت ہوتی ہے۔[2]

معلم انسانیت ﷺ نے کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر و کتابت کے سلسلہ میں انتہائی قابل قدر ہدایات دیں۔ آپؐ نے فرمایا:

دوات میں سیاہی اچھی طرح گھول لیں۔ قلم ٹھیک طریقہ سے پکڑیں، با کو سیدھا لکھیں۔ سین کے دندانوں میں فرق کریں۔ میم کو خراب نہ کریں۔ لفظ اللہ کو خوبصورتی سے لکھیں، الرحمٰن کو مد کے ساتھ لکھیں۔ الرحیم کو خوبصورت لکھیں۔ قلم اپنے بائیں کان

۱ نظام الحکومۃ النبویہ الکتانی ج ۱: ۱۲۵
۲ عہد نبوی کا اسلامی تمدن: ۷۷، ۷۸



پر رکھیں اس سے تمہیں بات یاد رہے گی۔[1]

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص خط لکھے تو اسے چاہئے کہ اس پر مٹی ڈال دے، اس لئے کہ وہ خشک کرنے والی، برکت والی اور حاجت کو بہت زیادہ پورا کرنے والی ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ خط کو خاک آلود کرو۔[2]

حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں بید کے درخت یا بانس کی تیلی سے تراشا ہوا قلم ہوتا تھا۔ آپؐ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا تھا۔ ''اپنا قلم کان پر رکھا کریں۔ اس سے مضامین کی خوب آمد ہوتی ہے۔''[3]

بچوں کے مکتب میں بدھ، جمعرات اور جمعہ تین دن چھٹیاں ہوا کرتی تھیں۔ کیونکہ شروع شروع میں صحابہ اپنے بچوں کو اس طرح دین کی تعلیم دیا کرتے تھے کہ باپ اپنی بیٹی کو، بڑے بھائی اپنے چھوٹے بھائیوں کو قرآن پاک اور دین کی باتیں سکھاتے تھے اور بڑی عمر کے اپنے سے بڑوں کو خوب سمجھا کر دین کا علم سکھاتے تھے۔ کیونکہ ان میں ذہنی قوت بہت کم تھی۔

جب مسلمانوں کو فتوحات بکثرت ہونے لگیں اور عجمی لوگ بڑی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچوں کے لئے مکتب قائم فرمائے اور استاد مقرر فرمائے، اسی اثنا میں ملک شام اور دیگر ممالک سے لوگ مدینہ منورہ آنے لگے اور بچے بھی ساتھ ہوتے تھے۔ ان ملاقاتوں کی وجہ سے تین دن چھٹی ہونے لگی اور پھر یہی طرز رائج ہو گیا۔ اس سے بچوں کو راحت و آرام اور بشاشت کا بہترین موقع میسر آ جاتا۔[4]

۱ شفا قاضی عیاض ج ۱: ۲۳۶
۲ عہد نبوی کا اسلامی تمدن: ۷۷، ۷۸
۳ ایضاً: ۳۳۸
۴ عہد نبوی کا اسلامی تمدن: ۳۶۴

# قیام مدارس سے قبل تعلیمی مقامات

## مکاتب برائے تعلیم، نوشت وخواند:

مدارس کے باقاعدہ قیام سے پہلے تعلیم وتعلم اور نوشت وخواند کے لئے مساجد اور معلمین کے مکانات بطور درس گاہ استعمال ہوتے تھے۔ آفتاب نبوت طلوع ہونے سے قبل محدود تعداد میں ایسے مکاتب موجود تھے۔ جزیرۃ العرب میں سب سے پہلے مدرس کا پیشہ اختیار کرنے والا وادی القریٰ کا باشندہ تھا۔ اس نے اپنی دکان پر ہی چند شہریوں کو نوشت وخواند کی تعلیم شروع کی تھی۔

مساجد میں ابتدائی مدرسہ یعنی مکاتب کا نصاب قرآن پر مرکوز تھا، جو بطور ٹیکسٹ پڑھایا جاتا تھا۔ پڑھنے کے ساتھ لکھنے کی مشق بھی کی جاتی تھی۔ پڑھنے اور خوش نویسی کے ساتھ طلبہ کو قصص الانبیاء اور احادیث کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ بعض مکاتب میں نوشت وخواند اور قرآن مجید کی تعلیم کا انتظام تھا اور بعض میں زبان وغیرہ بھی پڑھائی جاتی تھی۔[1] تاریخی روایات اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد کے علاوہ دوسرے مکانات میں بھی مکاتب قائم تھے۔ اور معلمین میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں شامل ہوتے تھے۔ جیسا کہ غزوہ بدر کے بعض قیدیوں کو تعلیم کی خدمت سونپی گئی تھی۔ یقیناً وہ مکانات ہی میں تعلیم دیتے تھے نہ کہ مساجد میں اور یہ طریقہ صدیوں تک رائج رہا۔ چنانچہ مشہور سیاح علامہ ابن جبیر المتوفی ۶۱۴ھ کا بیان ہے۔

''اکثر مقامات پر قرآن مجید کا استاد جدا اور نوشت وخواند کا جدا ہوتا۔ قرآن مجید پڑھنے کے بعد طلباء کو خوش نویسی کے لئے دوسری جگہ جانا پڑتا ہے۔ اور اس کا خط اسی لئے بہت عمدہ ہوتا ہے کہ خوش نویسی کا استاد اور

۱ ضحیٰ الاسلام ج ۲: ۵۰



کچھ نہیں پڑھاتا۔''[1]

ابن بطوطہ المتوفی ۷۷۹ھ اپنے دور میں بھی ایسی ہی کیفیت کا ذکر کرتے ہیں۔

''خوش نویسی کا استاد جدا ہے اور قرآن کا معلم جدا۔ اول الذکر استاد خوش نویسی میں اشعار وغیرہ کا استعمال کرتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآنی آیات نہیں لکھواتا۔ قرآن مجید پڑھ کر لڑکا خوش نویسی کے لئے دوسری جگہ جاتا ہے کیونکہ کتابت سکھانے والا استاد اور کچھ نہیں پڑھاتا۔''[2]

قرآنی رسم الخط توفیقی تھا جسے صحابہ کرامؓ نے حضور اقدس ﷺ سے سیکھ لیا تھا۔[3]

❋ ❋ ❋

۱ سفرنامہ ابن جبیر: ۲۷۲

۲ تاریخ تعلیم وتربیت اسلامیہ: ۵۴

۳ عہد نبوی کا اسلامی تمدن: ۳۶۷

# مدینہ کی اولین درسگاہیں

اسلام کی تاریخ کے ابتدا ہی میں مدینہ منورہ علم و دانش کا گہوارہ اور علوم وفنون کا منبع و مرکز بن گیا تھا۔ اور اس کی درس گاہ نے ایک مستقل دارالعلوم کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ جس سے نہ صرف جزیرۃ العرب فیض یاب ہوا' بلکہ علم کی نورانی شعاؤں نے ساری دنیا کو بقعۂ نور بنا دیا۔ علم وادب کی ضیا پاشائی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد معلم انسانیت ﷺ نے سیدنا مصعب بن عمیر اور سیدنا عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مدینہ منورہ بھیجا کہ وہاں لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور انور ﷺ نے ان دونوں کو فرمایا: لوگوں کو قرآن مجید پڑھائیں' اسلام کے احکامات سکھائیں۔ اور انہیں فقہی مسائل سے روشناس کریں۔ بنابریں ان کی اس قابل قدر محنت کے باعث وہ "المقری بالمدینة" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ مذکورہ دونوں حضرات کی محنت اور جدوجہد اس لحاظ سے بھی قابل ستائش تھی کہ وہ انصار کے گھروں میں جا جا کر لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم سے بہرہ یاب کرتے تھے۔

مکہ مکرمہ میں جب آفتاب نبوت طلوع ہوا' تو اس کی روپہلی کرنوں سے مساکین اور ضعفاء کے قلوب سب سے پہلے منور ہوئے۔ جنہیں قریشی سرداروں نے ظلم وستم کا تختہ مشق بنا لیا تھا۔ لیکن مدینہ باسکینہ کے مسلمانوں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ یہاں سب سے پہلے ایمان کی دولت اعیان واشراف اور سرداران قبائل کو حاصل ہوئی' جنہوں نے برضا ورغبت اسلام قبول کیا اور اس کے اعوان وانصار بن گئے۔ چنانچہ بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد ہی مدینہ منورہ میں قرآن مجید اور دینی تعلیم کا چرچا شروع ہو گیا اور ہجرت عامہ سے دو سال قبل ہی مساجد کی تعمیر اور قرآنی مکاتب کا



سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے۔

لقد لبثنا بالمدينة قبل ان يقدم علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم سنتين نعمر المساجد و نقيم الصلوة[1]

ہمارے یہاں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے دو سال پہلے ہی ہم لوگ مدینہ میں مسجدوں کی تعمیر اور نماز کی ادائیگی میں مشغول تھے۔

اس دو سالہ درمیانی مدت میں تعمیر شدہ مساجد میں نماز کے امام ان میں تعلیمی و تبلیغی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔ اسی کے ساتھ اس مدت میں تین مستقل درس گاہیں بھی جاری ہو چکی تھیں' جن میں باقاعدہ تعلیم ہوتی تھی۔ اس وقت تک صرف نماز فرض ہوئی تھی۔ اس لئے قرآن کے ساتھ نماز کے احکام و مسائل اور مکارم اخلاق کی تعلیم دی جاتی تھی۔

معلم انسانیت ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے قبل تین علمی درسگاہیں قائم ہو چکی تھیں۔ جہاں شہر مدینہ اور اس کے انتہائی کناروں اور آس پاس کے مسلمان آسانی کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ پہلی درسگاہ قلب شہر میں مسجد بنی زریق میں تھی۔ جس میں حضرت رافع بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعلیم دینے پر مامور تھے۔ دوسری درسگاہ مدینہ منورہ سے جنوب میں تقریباً دو میل کے فاصلہ پر مسجد قبا میں تھی' جہاں حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت اور معلمی کے فرائض انجام دیتے تھے اسی سے متصل سیدنا سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان واقع تھا۔ جو ''بیت الغراب'' کے نام سے مشہور تھا' جس میں مکہ مکرمہ سے آئے ہوئے مہاجرین اقامت گزیں تھے' جب کہ تیسری درسگاہ مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر شمال میں ''نقیع الخضمات'' نامی علاقہ میں تھی۔ جس میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معلم کے فرائض انجام دیتے تھے' اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان مدرسہ کے طور پر استعمال ہو رہا تھا۔

[1] وفاالوفا ج۱: ۲۵۰

ان تین مستقل درسگاہوں کے علاوہ بھی انصار کے مختلف قبائل اور آبادیوں میں قرآنی اور دینی تعلیم جاری تھی اور ان کے معلم اور منتظم انصار کے رؤسا' اعیان اور بااثر حضرات تھے۔ اسی تعلیمی خصوصیت کے پیش نظر رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

| | |
|---|---|
| ما یفتح من مصر او مدینة عنوةً فان المدینة فتحت بالقرآن. | کچھ ملک تو شہ زور اور زبردستی سے فتح ہوتے ہیں۔ لیکن مدینہ منورہ قرآن کے ذریعے فتح ہوا ہے۔ |

علمائے سیر و مغازی اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی مذکورہ بالا تین درسگاہوں میں سے سب سے پہلے قرآن کی تعلیم مسجد بنی زریق میں ہوتی تھی۔ گویا کہ اسلام کی تاریخ میں مدینہ منورہ کی قدیم ترین درسگاہ یہی تھی۔

| | |
|---|---|
| اول مسجد قرئ فیه القرآن بالمدینة مسجد بنی زریق. | سب سے پہلی مسجد جس میں مدینہ میں قرآن پڑھایا گیا وہ بنی زریق کی مسجد تھی۔ |

## پہلی درسگاہ:

اس درسگاہ کے معلم سیدنا رافع بن مالک زرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ خزرج کی شاخ بنی زریق سے تھے۔ موصوف بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور دس سال کی مدت میں جس قدر قرآن مجید نازل ہو چکا تھا' معلم انسانیت ﷺ نے انہیں عنایت فرمایا' جس میں سورۃ یوسف بھی شامل تھی۔

موصوف اپنے قبیلہ کے نقیب و رئیس تھے اور ان کا شمار مدینہ منورہ کے کاملین میں ہوتا تھا' یعنی نوشت و خواند' تیراندازی اور تیراکی میں ماہر اور کامل تھے۔

بیعت نبویؐ کے بعد مدینہ آتے ہی اپنے قبیلہ کو قرآن کی تعلیم کی ترغیب دی اور آبادی میں ایک بلند جگہ (چبوترے) پر تعلیم دینی شروع کر دی۔ مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے سورہ یوسف کی تعلیم سیدنا رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے دی تھی۔ اور مدینہ کے سب سے پہلے معلم اور مقری ہونے کا اعزاز بھی ان ہی کو حاصل ہے۔



بعد میں اسی چبوترہ والی جگہ مسجد بنی زریق تعمیر ہوئی۔ جو قلب شہر میں مسجد غمامہ کے قریب جنوب میں واقع تھی۔ جب رحمت کائنات ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت رافعؓ کی تعلیمی و دینی خدمات اور ان کی سلامتی طبع کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔

اس درس گاہ کے معلم اور اکثر طلبا قبیلہ خزرج کی شاخ بنی زریق کے مسلمان تھے۔ دوسرے مسلمان بھی کسب فیض کرتے رہے لیکن ان کی تعداد بہت قلیل تھی۔

## دوسری درسگاہ:

مدینہ طیبہ کے جنوب میں تھوڑے فاصلہ پر قبا میں قبیلہ بنو آباد تھا۔ مسجد قبا والی جگہ ابتدائی ایام میں درسگاہ قائم تھی۔ بیعت عقبہ کے بعد بہت سے صحابہ جن میں ضعفائے اسلام کی اکثریت تھی۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنا شروع ہو گئے تھے۔ ان کا ابتدائی قیام قبا میں تھا۔ قلیل مدت میں ان کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی۔ ان میں حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے بڑے عالم تھے۔ موصوف مہاجرین کو تعلیم دیتے اور امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ یہ تعلیمی سلسلہ نبی مکرم ﷺ کی تشریف آوری تک جاری تھا۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن غنم کا بیان ہے۔

| | |
|---|---|
| حدثنی عشر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قالوا کنا نتدارس العلم فی مسجد قبا اذ خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال تعلموا ماشئتم ان تعلموا فلن یاجرکم اللہ حتی تعملوا[1] | رسول اقدس ﷺ کے دسیوں صحابہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم لوگ مسجد قبا میں علم دین پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم لوگ جو چاہو پڑھو۔ جب تک عمل نہیں کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اجر و ثواب نہیں دے گا۔ |

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبا کی اس معہد علمی میں متعدد حضرات قرآن کے عالم اور معلم تھے۔ ان میں حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے

۱ جامع بیان العلم ج ۲:۶

زیادہ علم رکھتے تھے اور وہی امامت کے ساتھ تدریسی خدمت میں بھی نمایاں تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے۔

لما قدم المهاجرون الاولون العصبة موضع بقبا قبل مقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يومهم سالم مولىٰ ابى حذيفة وكان اكثرهم قرآناً[1]

رسول اقدس ﷺ کے آنے سے پہلے مہاجرین اولین کی جماعت جب ''عصبہ'' میں آئی' جو قبا کی ایک جگہ کا نام ہے۔ تو ان لوگوں کی امامت سالم مولیٰ ابو حذیفہ کرتے تھے۔ وہ ان میں قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔
مہاجرین میں کبار صحابہ بھی شامل تھے جو سیدنا سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں نماز پڑھتے۔[2]

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یعد من القراء. وکان اکثرهم قرآناً[3]

موصوف قرأ میں شمار ہوتے تھے۔ اور وہ سب سے زیادہ قرآن کے عالم تھے۔

حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان بزرگوں میں سے تھے جو طبقۂ صحابہؓ میں فن قرأت کے امام سمجھے جاتے تھے۔ اپنی خوش الحانی اور حفظ قرآن کریم کے باعث صحابہ میں منفرد اور ممتاز مقام رکھتے تھے۔ خدائے پاک نے اس قدر خوش گلو بنایا تھا کہ جب تلاوت قرآن پاک فرماتے تو لوگوں پر محویت طاری ہو جاتی اور راہ گیر وارفتگی کی حالت میں ٹھٹک کر سننے لگتے۔ ایک مرتبہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے میں دیر ہوئی' آپؐ نے

۱ صحیح بخاری' باب امامۃ العبد والمولیٰ ج۱:۹۶
۲ صحیح بخاری' باب استقضاء الموالی واستعمالهم' کتاب الاحکام ج۲:۱۰۶۴
۳ عمدۃ القاری ج۵:۲۲۷



توقف کی وجہ دریافت فرمائی۔ عرض کیا۔ ایک قاری تلاوت کر رہا تھا' اس کے سننے میں ایسی محویت ہوئی کہ حاضری میں دیر ہوگئی اور خوش الحانی کی اس قدر تعریف کی کہ حضور اقدس ﷺ بے ساختہ چادر سنبھالتے ہوئے باہر تشریف لے آئے۔ جب دیکھا تو قاری سالم مولیٰ ابو حذیفہ ہیں' آپ نے خوشی کے عالم میں فرمایا:

الحمدللّٰه الذى جعل فى امتى مثلك[1]

اللہ کا شکر ہے جس نے میری امت میں سالم جیسا قرآن کا عالم و قاری پیدا کیا ہے۔

جنگ یمامہ میں مہاجرین کا علم ان کے ہاتھ میں تھا۔ اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا۔ آپ نے جواباً فرمایا۔ ''اگر میں جہاد میں بزدلی دکھاؤں تو میں سب سے زیادہ بدبخت حامل قرآن ہوں'' یہ کہہ کر نہایت جوش کے ساتھ حملہ آور ہوئے اثنائے جنگ میں داہنا ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ نے قائم مقامی کی۔ وہ بھی شہید ہوا تو دونوں بازوؤں نے حلقہ میں لے کر لوائے توحید کو سینہ سے چمٹالیا اور زبان پر یہ جملہ جاری تھا۔[2]

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ. وَكَاَيِّن مِنْ نَبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّوْن كَثِيْرٌ.

محمد صرف ایک رسول ہیں۔ اور کتنے انبیاء ایسے ہیں جن کے ساتھ بہت سے اللہ والوں نے مل کر جہاد کیا۔

حضرت سعد بن خیثمہ اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان مدرسہ قبا کے طلباء کے لئے دارالاقامہ تھا۔ موصوف اپنے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے نقیب اور رئیس تھے۔ بیعت عقبہ کے موقع پر اسلام لائے۔ بیوی بچے نہ ہونے کی وجہ سے ان کا مکان خالی تھا اور اسی وجہ سے اسے ''بیت الغراب'' کہا جاتا تھا۔ حضور انور ﷺ ہجرت کے وقت قبا میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر فروکش تھے۔ اس کے قریب حضرت سعد بن خیثمہ کا مکان بھی تھا۔ جہاں موقع بہ موقع آپ تشریف لے جاتے اور مہاجرین کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ یہ مکان مسجد قبا سے متصل جنوبی سمت میں تھا اور

۱ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج۲:۷
۲ ایضاً

یہیں دار کلثوم بن ہدمؓ بھی تھا۔[1] اس درسگاہ کے استاد اور شاگرد مہاجرین اولین تھے، جن میں مقامی مسلمان بھی شامل تھے۔

## تیسری درسگاہ:

یہ درسگاہ مدینہ طیبہ کے شمال میں تقریباً ایک میل دور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں تھی۔ جو حرہ بنی بیاضہ میں واقع تھا۔ یہ بستی بنو سلمہ کی بستی کے بعد نقیع الخضمات نامی علاقہ میں تھی۔ جو نہایت سرسبز و شاداب اور پر فضا علاقہ تھا۔ یہاں "خضیمہ" نام کی نرم و نازک اور خوش رنگ گھاس اگتی تھی۔ اسی سمت سے وادیٔ عقیق میں سیلاب آتا تھا۔ بعد میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں گھوڑوں کی چراگاہ بنائی تھی۔

یہ درسگاہ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے پرکشش اور دل فریب ہونے کے ساتھ اپنی جامعیت اور افادیت میں مذکورہ دونوں درسگاہوں سے مختلف اور ممتاز حیثیت کی حامل تھی۔ بیعت عقبہ میں انصار کے دونوں قبائل اوس اور خزرج کے نقباء اور روٴسا نے دعوت اسلام پر لبیک کہا۔ پھر نبی الرحمت ﷺ سے عرض کیا کہ مدینہ میں قرآن اور دین کی تعلیم کے لئے کوئی معلم عنایت کیجئے، چنانچہ آپؐ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خدمت کی انجام دہی کے لئے روانہ فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ بیعت عقبہ کے بعد آپؐ نے حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مدینہ منورہ بھیجا کہ وہاں لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں۔[2]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی اس کی موید ہے۔

| | |
|---|---|
| اول من قدم علینا مصعب بن عمیرؓ و ابن ام مکتوم و کانوا | سب سے پہلے ہمارے یہاں مدینہ میں مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ آئے اور |

1 سیرت ابن ہشام ج ۱

2 مسند امام احمد ج ۴: ۲۹۱۔



| | |
|---|---|
| یقرؤن الناس.[1] | یہ حضرات لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ |

امام احمد کی روایت اس طرح ہے۔

| | |
|---|---|
| اول من قدم المدینة من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصعب بن عمیر و ابن ام مکتوم فکانوا یقرؤن الناس.[2] | رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے سب سے پہلے مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتومؓ مدینہ منورہ آئے اور یہ لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ |

ایک روایت میں ہے:

| | |
|---|---|
| فکانا یقران الناس.[3] | یہ دو حضرات لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ |

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر پہلے تشریف لائے۔

| | |
|---|---|
| ثم اتانا ابن ام مکتوم.[4] | پھر ان کے بعد ابن ام مکتوم ہمارے ہاں آئے۔ |

جب انصار بیعت سے شرف یاب ہو کے واپس لوٹنے لگے تو حضور اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیرؓ کو روانہ فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں۔ اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ پیدا کریں۔ چنانچہ حضرت مصعبؓ مدینہ میں "مقری" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کا قیام حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں تھا۔[5]

سیدنا مصعب بن عمیر اور سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما انصار کے

1 صحیح بخاری، باب بنیان الکعبة، مقدم النبیؐ و اصحابہ الی المدینة ج ۱: ۵۵۸

2 مسند امام احمد ج ۴: ۲۹۱

3 فتح الباری، باب مقدم النبیؐ و اصحابہ ج ۷: ۲۶۰

4 ایضاً

5 سیرت ابن ہشام عنوان ہجرت مصعب بن عمیر، البدایہ والنہایہ ج ۳: ۱۵۱

گھر میں جا جا کر بھی لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم سے بہرہ یاب کرتے تھے۔[1]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔

''یہ درس گاہ کتاب و سنت کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ میں نے اسی میں تعلیم پائی۔ پہلے قرآن مجید پڑھا۔ جب حضور انور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو سبح اسم ربک الاعلیٰ کی سورۃ زیر درس تھی۔''[2]

نقیع الخضمات کی یہ درسگاہ نہ صرف قرآنی مکتب اور مدرسہ ہی تھی بلکہ ہجرت عامہ سے پہلے مدینہ منورہ میں اسلامی مرکز کی حیثیت رکھتی تھی۔ اوس اور خزرج کے مابین ایک طویل مدت سے قبائلی جنگ برپا تھی۔ آخری خوفناک معرکہ ''حزب بعاث'' کے نام سے مشہور ہے' جو ہجرت سے پانچ سال قبل ہوا تھا۔ اس میں دونوں قبائل کے بہت سے آدمی مارے گئے' جن میں اعیان و اشراف اور نامی گرامی شجاع اور بہادر بھی تھے۔ دونوں قبائل باہمی کشت وخون سے چور ہو چکے تھے کہ اسی اثنا میں اسلام ان کے حق میں پیغام رحمت لایا اور وہ خون ریزی سے دست کش ہو گئے۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

كان يوم بعاث يوم قدمه الله عزوجل رسوله فقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم و قد افترق ملؤهم وقتلت سرداتهم و جرجوا فقدمه الله لرسوله فى دخولهم فى الاسلام.[3]

جنگ بعاث کا دن خدا نے اپنے رسول (کی کامیابی) کے لئے پہلے سے مقرر کر رکھا تھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ آئے تو انصار کے معززین متفرق اور رؤسا قتل ہو چکے تھے اور انصار بہت خستہ اور نزار ہو گئے تھے۔ یہ اس لئے یہ دن خدا نے اپنے رسول پر انصار کے ایمان لانے کے لئے بھیجا تھا۔

۱ التراتیب الاداریہ ج۱:۴۲
۲ صحیح بخاری ج۱:۵۵۸
۳ صحیح بخاری ج۱:۵۳۳ باب مناقب الانصار



ایسے نازک حالات میں دونوں قبائل کا کسی شخص کا امامت پر متفق ہونا ممکن نہیں تھا۔ لیکن معلم انسانیت ﷺ کی دوراندیشی دیکھیں کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ جیسے ہر دلعزیز صحابی کو اس منصب پر مامور فرمایا۔ بنابریں دونوں قبائل ان کی امامت پر متحد و متفق ہو گئے۔

فكان مصعب بن عمير يؤمهم وذلك ان اوس والخزرج كره بعضهم ان يؤمه بعض فجمع بهم اوّل جمعة فى الاسلام.[1]

مصعب بن عمیرؓ ان سب کی امامت کرتے تھے۔ کیونکہ اوس اور خزرج ایک دوسرے کی امامت کو ناپسند کرتے تھے۔ پس دونوں قبائل کو جمع کر کے اسلام کا پہلا جمعہ قائم کیا۔

ایک روایت میں ہے:

''رسول اقدس ﷺ نے اس صورتِ حال کے پیش نظر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ اہل مدینہ کو اکٹھا کر کے جمعہ کی نماز پڑھائیں۔ جب پہلی نماز جمعہ ادا ہوئی تو صرف چالیس مسلمان شریک ہوئے بعد میں ان کی تعداد چار سو تک پہنچ گئی تھی۔''

پہلے جمعہ کو (مسلمانوں کے اجتماع کی خوشی میں) ایک بکری ذبح کی گئی اور اس سے نمازیوں کی ضیافت ہوئی۔ جس سے دونوں قبائل کے لوگوں میں باہمی الفت اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوا۔[2]

اسی طرح یہودیوں کے یوم السبت کی مذہبی رونق کے مقابلہ میں مدینہ کے مسلمانوں میں اس سے ایک دن پہلے عیدالاسبوع یعنی ہفتہ کی عید کی مسرت واجتماعیت کا مظاہرہ ہوا۔ گویا یہودیوں کے مقابلہ میں یہ پہلا جرأت مندانہ اجتماعی اور دینی مظاہرہ تھا۔

۱ طبقات ابن سعد
۲ طبقات ابن سعد' سیرت ابن ہشام ج۲:۷۷

علاوہ ازیں تقیع الخضمات کی اس دینی درسگاہ اور اسلامی مرکز کی وجہ سے مدینہ کے یہودیوں کے دینی و علمی مرکزی ''بیت المدراس'' کی رونق ماند پڑ گئی۔ جہاں وہ اجتماعی تعلیم و تدریس اور دعا خوانی کے ذریعہ مذہبی سرگرمی میں مصروف رہا کرتے تھے۔[1]

اوس اور خزرج پر یہودیوں کی علمی برتری اور دبدبہ قائم تھا۔ ان میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت ہی کم تھا' لیکن اپنے علمی و دینی مرکز سے وابستگی پیدا کر لینے سے علمی اعتبار سے یہودیوں سے بے نیاز ہوں گے' اوس اور خزرج کے مختلف قبائل اس علمی مرکز سے وابستہ تھے۔

* * *

۱ الاشتقاق:۲۶



# درجہ تخصص

درجہ تخصص اور یک فنی بھی عہد نبوی میں ترقی کر گیا تھا اور حضور اقدس ﷺ اس کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کا ارشاد ہے۔

جس نے قرآنی علوم و معارف حاصل کرنے ہوں وہ چار حضرات کی خدمت میں حاضری دے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت ابی بن کعب' حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔[1]

حضور انور ﷺ نے فرمایا۔ علم میراث کے ماہر زید بن ثابت ہیں۔ تجوید و قراۃ کے ماہر ابی بن کعب اور حلال و حرام کے احکام کے ماہر معاذ بن جبل ہیں۔[2]

معلم انسانیت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سب سے زیادہ رحمدل ہیں ان کی اقتداء اور اتباع کرنا' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو معاملہ میں سب سے زیادہ سخت ہیں ان کی رہبری میں چلنا' جب ابن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم سے کوئی حدیث بیان کریں تو قبول کر لینا۔ حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قرآنی علوم و معارف حاصل کرو۔ یونہی سچے جہاد کرنے والے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حلال و حرام کے ماہر معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم فرائض کے ماہر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ' امین الامہ حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاضی القضاۃ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور

۱ صحیح بخاری ج۱:۷۴۸

۲ تاریخ کبیر ابن عساکر ج۵:۴۴۷

زہاد اور اتقیاء کے سرخیل حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘ سب سے بڑھ کر عابد و متقی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سب سے بہتر حاکم اور فیصلہ چکانے والے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرو۔‘‘[1]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا‘ جسے قرآنی علوم حاصل کرنے ہوں وہ حضرت ابی بن کعب کی خدمت میں جائے‘ جسے علم میراث میں مہارت حاصل کرنی ہو۔ وہ حضرت زید بن ثابت کی خدمات حاصل کرے‘ جسے فقہی مسائل کی طلب ہو۔ وہ معاذ بن جبل کی طرف رجوع کرے اور جسے مال کی ضرورت ہو۔ وہ میرے پاس آئے کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کا والی اور قاسم بنایا ہے۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ اس امت کے قاضی چار ہیں۔

سیدنا عمر فاروق‘ سیدنا علی المرتضیٰ‘ سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ اور امت کے نامور عقلاء چار ہیں۔ سیدنا عمرو بن العاص‘ سیدنا معاویہ بن ابو سفیان اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

❋ ❋ ❋

---

۱ عہد نبوی کا اسلامی تمدن: ۳۳۰

۲ مجمع الزوائد ج۱: ۱۳۵



# تعلیم بالغاں

معلم انسانیت ﷺ نے تعلیم بالغاں کے لئے متعدد طریقے اختیار فرمائے‘ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت ایسے افراد پر مشتمل تھی‘ جس نے تعلیم دین کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔ ایسے حضرات کی تعلیم اور قیام کا انتظام مسجد نبوی شریف کے ایک کونے میں کر دیا گیا تھا۔ اور وہ جماعت ’’اصحابِ صفہ‘‘ کے نام سے شہرت رکھتی تھی۔ معلم اعظم ﷺ انصار اور مہاجرین کو خود بھی علمی جواہر پاروں سے سرفراز فرماتے اور رات دن علمی ضیا پاشی میں منہمک رہتے تھے۔ اور بعض ماہرین تعلیم کی خدمات بھی حاصل کر رکھی تھیں۔ جو مسلمانوں کو دینی تعلیم اور لکھنے پڑھنے کے فن سے بہرہ یاب کرتے تھے صحابہ نے بھی اکتساب فیض میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

صفہ و اصحاب صفہ:

آپؐ نے مسجد کے ایک گوشہ کو ’’صفہ‘‘ علم و ادب کا مرکز قرار دیا۔ جسے موجودہ زبان میں ’’RESIDITIAL UINIVERSITY‘‘ رہائشی یونیورسٹی کہا جاتا سکتا ہے۔

اس یونیورسٹی میں مقیم طلباء و فضلاء ’’اصحابہ صفہ‘‘ کے نام سے یاد کئے جاتے تھے‘ اس میں زیر تعلیم طلبا دو قسم کے تھے‘ کچھ طلبا شہر کے مختلف حصوں میں رہائش پذیر تھے اور پڑھائی سے فارغ ہو کر گھروں کو چلے جاتے اور کچھ ایسے تھے جن کا گھر نہ ہونے کی وجہ سے وہی ان کا ہاسٹل بھی تھا۔ جیسا کہ سیدنا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوالی میں قیام رکھتے تھے‘ جو مسجد نبوی سے کسی قدر دور ہونے کی وجہ سے آپ کے لئے ہمہ وقتی اکتساب علم و فیض ممکن نہ تھا۔ تاہم یہ معمول بنا رکھا تھا کہ ایک دن خود حاضر ہوتے

اور ایک دن اپنے پڑوسی حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجتے، تا کہ خرمنِ نبوت کی خوشہ چینی سے کسی دن بھی محروم نہ رہیں۔

اگر چہ اس پہلی ''اسلامی یونیورسٹی'' میں تعلیم ابتدائی نوعیت کی تھی، اس کے باوجود متعدد شعبوں پر مشتمل تھی۔ مثلاً لکھائی، پڑھائی کا شعبہ، تعلیم قرآنی کا شعبہ، جو لوگ لکھنا پڑھنا سیکھ لیتے، انہیں اس وقت تک کی نازل شدہ آیات قرآنی کی تعلیم دی جاتی، فقہی احکام و مسائل کا شعبہ، ہر ایک شعبہ میں ماہر اور تجربہ کار اساتذہ کام کرتے تھے۔ مزید برآں یہ کہ معلم اعظم ﷺ بحیثیت رئیس ادارہ وقتاً فوقتاً خود بھی انہیں تعلیم سے نوازتے تھے، تاریخ اسلام کی اس پہلی ''اقامتی درسگاہ'' میں طلبہ کی مجموعی تعداد بعض اوقات چار سو تک بھی ہو جاتی تھی۔

*** 



# علمی انہماک

تعلیم و تعلم کا ایک انداز یہ بھی مروج تھا کہ صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز سے فارغ ہو کر حضور اقدس ﷺ کے پاس حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور اکتساب فیض کرتے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں ''معلم انسانیت ﷺ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو صحابہ کرام حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور آپؐ سے قرآن مجید، وراثت اور سنن کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔''[1]

حضور انور ﷺ جب تعلیم و تلقین سے فارغ ہو کر تشریف لے جاتے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلقہ میں بیٹھ کر تعلیم کو اسی نہج پر جاری رکھتے۔ پھر جب حضورؐ دوبارہ تشریف لاتے تو لوگ خاموشی اختیار کر لیتے تھے۔ لیکن آپ تشریف فرما ہو کر تاکید فرماتے، اسی عمل میں مشغول رہیں اور اسے جاری رکھیں۔ کبھی کبھار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تعلیمی حلقہ سنبھالتے تھے اور فرماتے تھے، حضور ﷺ نے ہمیں قرآن سکھانے سے پہلے ایمان سکھایا ہے۔[2]

تعلیم و تعلم کا طریق کار عموماً یہ ہوتا تھا کہ طلبہ حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور ان میں سے ایک آدمی قرآن مجید کی آیات یا احادیث پڑھتا، دوسرے لوگ سنتے، پھر دوسرا آدمی پڑھتا اور باقی سنتے، اسی طرح حلقہ میں شامل ہر آدمی باری باری پڑھتا تھا۔ جس سے سب حضرات بڑی سہولت سے قرآنی آیات اور احادیث یاد کر لیتے تھے۔

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ یہ علمی حلقے ساٹھ ساٹھ افراد پر مشتمل ہوتے تھے۔[3]

---

۱ مجمع الزوائد ج۱ ص۱۳۲

۲ عہد نبوی کا اسلامی تمدن: ۳۲۷

۳ کشف الاستار الھیثمی ج۱ ص۱۶۱

آپس میں تکرار کرنا طالب علمی کے آداب میں سے ہے۔ ساٹھ ساٹھ صحابہ حضور اقدس ﷺ سے حدیث سنتے اور چھ چھ آدمیوں کا حلقہ بنا کر اس کی تکرار کرتے۔ باری باری سب تکرار کرتے حتیٰ کہ وہ علم ان کے دلوں میں پیوست ہو جاتا تھا اور وہ اس جگہ سے اس حال میں اٹھتے گویا وہ علم ان کے دلوں میں کاشت کر دیا گیا ہے۔[1]

ایک روایت میں ہے:

تزاوروا و تذاکروا.[2] ایک دوسرے کی زیارت کیا کرو اور احادیث کا آپس میں مذاکرہ کرو۔

حضرت عون بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

''ہم نے مذاکرہ سے زیادہ کسی اور عمل کو نہیں پایا۔''[3]

صحابہ کرام کے علمی ذوق کا یہ عالم تھا کہ حلقہ ہائے تعلیم و تعلم بسا اوقات ساری ساری رات قائم رہتے۔ تعلیمی مجالس نماز عشاء کے بعد شروع ہو کر اذانِ فجر تک جاری رہتیں۔ طلباء کی خواہش ہوتی کہ رات جلد ختم ہو تاکہ ہم دوسرے لوگوں سے مل کر تعلیمی مذاکرہ کر سکیں۔ حضرت ابراہیم النخعی کہا کرتے تھے کہ رات مجھ پر لمبی ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں نے دوسرے طالب علم سے مذاکرہ کیا۔[4] ایک روایت میں ہے کہ جب رات ہو جاتی تو اصحاب صفہ ایک معلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور صبح تک تعلیم حاصل کرنے میں مصروف رہتے تھے۔

یونہی سیدنا حارث بن یزید العکلی، سیدنا ابن شبرمۃ، سیدنا القعقاع بن یزید اور سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ نماز عشاء کے بعد سے صبح تک تعلیمی

1 عہدی نبوی کا اسلامی تمدن: ۳۳۵
2 ایضاً
3 ایضاً
4 السنۃ قبل التدوین ۱۶۱



مشاغل میں مصروف رہتے تھے۔[1]

تعلیم حاصل کرنے میں جہاں صحابہ کرام بھوک، پیاس، افلاس جیسی کتنی ہی جاں گداز صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے گوارہ کرتے تھے۔ وہاں محسن انسانیت ﷺ بھی جان جوکھوں میں ڈال کر شمع نبوت کے پروانوں کو علم کی لازوال دولت سے سرفراز فرماتے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ کھڑے ہیں اور اصحاب صفہ کو پڑھا رہے ہیں۔ جب کہ آپ کے شکم مبارک پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا تھا تاکہ کمر سیدھی رکھ سکیں۔[2]

تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کا یہ محبوب مشغلہ صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قابل تقلید تعلیمی ذوق کی عکاسی کرتا ہے۔ مجمع کی کثرت اور تعلیمی ذوق و شوق کے باعث قرآن مجید سیکھنے اور سکھانے والوں کی آوازیں اس قدر بلند ہوتیں کہ شور بپا ہوتا تھا۔ جس کے پیش نظر سید عالم ﷺ کو یہ تاکید کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ اپنی آوازیں پست کریں تاکہ کوئی مغالطہ پیش نہ آئے۔[3]

ایک مرتبہ محسن کائنات ﷺ مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے، دیکھا کہ ایک حلقہ تعلیم قائم ہے اور ایک قاری قرآن مجید پڑھ رہا ہے۔ جب کہ باقی سب لوگ سن رہے ہیں۔ پڑھنے والے کی نگاہ اچانک محسن کائنات ﷺ پر پڑی۔ تو احتراماً رک گیا اور نیازمندانہ سلام پیش کیا۔ آپؐ حلقہ میں بیٹھ گئے اور ہاتھ سے پڑھنے کا اشارہ فرمایا: آپ اس انداز تعلیم سے بے حد مسرور ہوئے۔[4]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

1 سنن دارمی ج۱: ۱۲۰
2 ابونعیم فی الحلیہ ج۱: ۳۴۲
3 مناہل العرفان ج۱: ۲۳۴
4 ابوداؤد، کتاب العلم، باب فی القصص ج۲: ۷۹

کاشانۂ نبوت سے برآمد ہوئے اور مسجد نبوی میں دو حلقوں کے پاس سے گذرے اور فرمایا ''**کلاھما علی الخیر**'' دونوں بھلائی پر ہیں۔

جب کہ دونوں میں سے ایک افضل ہے۔ ایک جماعت ذکر وفکر میں مصروف اور اللہ تعالیٰ سے لو لگائے ہے۔ اور دوسری جماعت فقہ کی تعلیم و تفہیم میں منہمک اور علم و عمل کی نشر و اشاعت میں مشغول اور ان پڑھ لوگوں کے دلوں کو نورِ علم سے منور کر رہی ہے۔ یہی افضل جماعت ہے۔ پھر فرمایا مجھے بھی معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ بنابریں میری پسندیدہ جماعت یہی ہے۔ آپ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔[۱]

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حلقہ ہائے تعلیم روز افزوں ترقی پذیر تھے، جن میں طلباء کا جم غفیر دیکھ کر لوگ حیرت زدہ ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا اشقیا اصبحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ مدینہ تشریف لائے اور مسجد نبوی شریف میں ایک شخص کے گرد زبردست بھیڑ اور لوگوں کا بے پناہ ہجوم دیکھ کر حیران رہ گئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لوگ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث کے انمول موتی حاصل کر رہے ہیں۔[۲]

مدینہ منورہ میں عہد نبوی میں نو مساجد تھیں، آپ نے حکم دیا کہ اپنے اپنے محلّہ کی مسجد میں اپنے ہمسایوں سے تعلیم حاصل کرو۔ سب لوگ مرکزی مسجد نہ آیا کریں۔ کیونکہ اس طرح طلباء کی تعداد بڑھ جانے کا اندیشہ تھا، جس سے سب کی تعلیم متاثر ہوتی اور پھر اساتذہ کی ناکافی تعداد کے باعث بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع بھی نہ مل سکتا۔ ان مساجد میں قرآن مجید، اسلامی احکام، قرأۃ اور کتابت کی تعلیم دی جاتی تھی۔[۳]

تعلیم کی اہمیت اور حسن انتظام کا یہ عالم تھا۔ کہ جب بھی کوئی مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچتا تو محسن انسانیت ﷺ اسے کسی کے سپرد کر دیتے اور ارشاد فرماتے

---

۱ سنن دارمی ج ۱: ۸۴، سنن ابن ماجہ فضل العلماء ۲۱

۲ جامع ترمذی، ابواب الزہد باب فی الرؤیا ج ۲: ۶۳

۳ اسلامی ریاست ۱۴۷۔ ابوداؤد کتاب المراسیل۔ عینی شرح بخاری ج ۲: ۴۶۸



کہ اسے علم دین سکھاؤ۔

آپؐ نے ہر مسلمان کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لئے فرمایا کہ جو ان پڑھ ہیں اپنے پڑوسیوں سے تعلیم حاصل کریں اور جو تعلیم یافتہ ہیں۔ وہ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائیں۔ ایک دوسرے کو برے کاموں سے منع کریں اور اچھی باتوں کا حکم دیں۔[۱]

جن خوش نصیب اور عالی مرتبت صحابہ کی تعلیم و تربیت معلم انسانیت ﷺ بنفس نفیس فرماتے تھے، ان میں سرفہرست حضرات خلفائے راشدین، سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا ابوہریرہؓ، سیدنا ابوذر غفاری اور سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ سیدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی پورا قرآن مجید حضور اقدس ﷺ ہی سے یاد کیا تھا۔ یہ سب آپؐ کی شان **اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا** کی ضیاپاشی تھی۔ کیونکہ حضور ﷺ کا امتیاز خصوصی علم و تعلیم کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت تھی۔

مورخین کی تصریحات کے مطابق مدینہ منورہ میں ۲ھ میں ''صفہ'' کے علاوہ ایک اور اقامتی درسگاہ ''دارالقراٗ'' بھی پائی جاتی تھی جو سیدنا مخرمہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں قائم تھی۔[۲]

---

۱ مجمع الزوائد ج ۱: ۱۶۴

۲ طبقات ابن سعد تذکرہ ابن ام مکتوم۔ الاستیعاب ج ۴: ۱۵۰ تذکرہ عبداللہ ابن ام مکتوم

# بیرون ملک تعلیم کا انتظام

اگر چہ آپؐ کی حیات طیبہ میں علم کا مرجع آپ ہی کی ذات والا صفات تھی۔ لیکن اسلام کے ابتدائی دور ہی میں آپ کے فیض یافتہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب دینی تعلیم اور لکھنے میں مہارت حاصل کر لیتے، تو انہیں دوسرے شہروں میں مسلمانوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے بھیج دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ سیدنا مصعب بن عمیر اور سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ بھیجا گیا۔ کہ لوگوں کو قرآن مجید پڑھائیں اور اسلامی تعلیمات سے بہرہ یاب کریں اور ہجرت کے بعد سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ کے لوگوں کو قرآن مجید کے حفظ اور ناظرہ تعلیم سے سرفراز کرنے پر مامور فرمایا تھا۔

عامر بن مالک الکلابی نے جب حضور انور ﷺ سے اپنی قوم میں دعوت و ارشاد کی غرض سے عمدہ معلمین طلب کئے آپ نے ان کی درخواست پر ستر نوجوان قراءٔ کو ان کے ہمراہ کیا۔ لیکن ان بدبخت لوگوں نے بدعہدی کر کے قراءٔ کو شہید کر دیا۔ رحمت کائنات ﷺ کو اس اندوہناک خبر سے اس قدر صدمہ پہنچا اور دین کے اس ناقابل تلافی نقصان سے اس قدر رنجیدہ خاطر ہوئے کہ متواتر ایک ماہ نماز فجر میں سنگدل قاتلوں کے لئے بددعا کرتے رہے۔

معلم انسانیت ﷺ کو دور دراز علاقوں اور ملکوں میں مقیم مسلمانوں کی تعلیم کا بے حد فکر تھا۔ جن کے قلوب کو نور علم سے منور کرنے کا یہ انتظام فرما رکھا تھا کہ جب کوئی وفد آپؐ سے فیض یاب ہو کر اپنے مساکن کو واپس لوٹتا تو اس علاقہ میں دینیات کی تعلیم دینے کے لئے کسی تربیت یافتہ آدمی کو ہمراہ بھیج دیتے تھے۔ جو ایک مدت تک لوگوں کو تعلیم دینے کے بعد واپس مدینہ منورہ آجاتا تھا۔



سیدنا عاصم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جدیلہ کے دو قبائل عضل اور قارہ کے کچھ لوگ غزوہ احد کے بعد حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ ہمارے پاس ایسے آدمی بھیجیں جو ہمیں قرآن مجید پڑھائیں اور اسلامی مسائل سکھائیں، ان کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے آپؐ نے چھ ماہرین تعلیم کو ان کے ہمراہ روانہ فرما دیا۔ جن کا امیر سیدنا مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا۔[۱]

ایک مرتبہ یمن کے کچھ لوگ حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ معارف پناہ میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہمارے ساتھ ایسے آدمی بھیج دیں جو ہمیں دینی مسائل سے آگاہ کریں اور سنن کی تعلیم دیں اور کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ دیں۔ چنانچہ آپؐ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ کو ان ہدایات کے ساتھ یمن روانہ فرمایا کہ انہیں دینی فقہ کی تعلیم دیں، سنتیں سکھائیں اور ان میں کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کریں۔[۲]

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ یمن کے لوگوں کی طلب پر حضور انور ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تاکہ انہیں سنت اور اسلام سکھائیں۔[۳]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ معلم انسانیت ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس حکم کے ساتھ یمن بھیجا کہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں۔[۴]

❋ ❋ ❋

---

۱ مستدرک حاکم ج ۳: ۳۲۲

۲ حیات الصحابہ ج ۳: ۲۱۴

۳ مستدرک ج ۳: ۲۶۷

۴ حلیۃ الاولیاء ج ۱: ۲۵۶

# وفود کے ذریعہ ترویج علم

دور دراز علاقوں میں آباد قبائل کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے اور انہیں علوم دینیہ سے روشناس کرنے کا یہ طریقہ اپنایا گیا کہ جو قبائلی نمائندے آپؐ سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدینہ منورہ آتے' ان کی تعلیم وتربیت اور قیام وطعام کی نگرانی رحمت عالم ﷺ ذاتی طور پر فرماتے تھے' چنانچہ وفد عبدالقیس جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ کے اور ہمارے درمیان قبیلہ مضر حائل ہے۔ جس کی وجہ سے ہم صرف اشہر حرام (یعنی جن مہینوں میں جنگ کرنا حرام سمجھی جاتی تھی) کے علاوہ آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ہمیں اسلامی تعلیم سے بہرہ یاب فرمائیں' تاکہ ہم اسلامی احکام پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور اپنے قبیلہ کے ان لوگوں کو جو آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے' تبلیغ کریں۔ بنابریں آپ نے انہیں توحید و رسالت' نماز' زکوٰۃ اور مالِ غنیمت کے مسائل واحکام کی تعلیم دی۔[1]

حضور انور ﷺ نے اس وفد کو انصار کے سپرد کیا اور فرمایا کہ ان حضرات کی مہمان نوازی کے ساتھ انہیں دینی تعلیم بھی دیں۔ بعد میں جب نبی مکرم ﷺ نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تم نے انصار کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرنے لگے' ان حضرات نے ہمارے لئے عمدہ کھانے اور نرم بستروں کا انتظام کیا اور ساری ساری رات ہماری تعلیم پر صرف کرتے رہے۔

**یعلمونا کتاب ربنا و سنة نبینا** ہمیں اللہ کی کتاب اور ہمارے نبی کی سنت کی تعلیم دیتے تھے۔

حضور انور ﷺ یہ سن کر بے حد مسرور ہوئے' وفد کے شرکاء میں سے بعض نے التحیات

۱ صحیح بخاری' کتاب المناقب ج ۱: ۴۹۸



یاد کرلی۔ کسی نے سورہ فاتحہ' کسی نے ایک سورت' بعض نے دو سورتیں سیکھ لیں اور اسی طرح دوسرے احکام بھی سیکھے۔[1] جب ان لوگوں نے ضروری مسائل واحکام سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرلی تو حضور ﷺ نے انہیں فرمایا اب اپنے وطن لوٹ جاؤ اور اپنے اہل وعیال کو علم دین سکھاؤ۔[2]

سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے کچھ ہم عمر نوجوانوں کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم لوگ بیس دن تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ جس وقت رحمت عالم ﷺ نے محسوس فرمایا کہ اب ہمارے دل اپنے خویش واقارب کی ملاقات کے لئے بے تاب ہو رہے ہیں۔ تو آپؐ نے ہم سے اہل وعیال کے متعلق دریافت فرمایا چونکہ آپؐ بہت ہی زیادہ دردمند اور شفیق تھے۔ پھر ہمیں واپسی کی اجازت مرحمت فرمائی اور تاکید کی۔ کہ جس قدر دینی تعلیم تم حاصل کر چکے ہو۔ اپنے اہل وعیال کو بھی اس کی تعلیم دیں اور انہیں بھی نماز پڑھنے کا حکم کریں۔ جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو پہلے اذان بھی کہو۔[3]

ملوک کندہ کا وفد بحضور فیض گنجور امام الانبیاء ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ پھر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرآن مجید اور وراثت کے مسائل کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔[4] اسی طرح وفد بنو تمیم کے ستر' اسی آدمی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مدت تک مدینہ منورہ میں قیام کر کے مرکزی دارالعلوم سے قرآنی تعلیمات حاصل کیں۔[5]

۱ مسند امام احمد ج ۳: ۴۳۲
۲ صحیح بخاری کتاب العلم' باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱: ۱۹
۳ سنن دارمی کتاب الصلوٰۃ' باب من احق بالامامۃ ج ۱: ۴۳۰
۴ تاریخ ابن خلدون سنہ وفود
۵ اسد الغابہ تذکرہ عمرو بن اثیم

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ عرصہ تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور دینی علوم حاصل کرتے رہے جب واپسی کا ارادہ کیا۔ تو حضور انور ﷺ سے درخواست کی

اکتب لی الی قومی کتابا — میری قوم کے نام مجھے ایک کتاب لکھ دیجئے

حضور انور ﷺ نے حضرت معاویہؓ کو حکم دیا ''اے معاویہؓ تم انہیں اَقْیال عَبَاهله (حضر موت کے باشندوں) کے نام لکھ دو کہ وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ الخ ٦

اس طرح ہر ملک اور ہر علاقہ کے مسلمانوں میں دینی تعلیم کی ضرورت پوری کی جاتی رہی اور یہ سلسلہ کامیابی کے ساتھ جاری رہا۔

قبیلہ بنی سلاماں کے سات طلبۂ علم مدینہ طیبہ پہنچے، جن کے سردار سیدنا خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انہوں نے بھی اسی مرکز علم سے خوشہ چینی کی۔ [1]

ماہ رمضان ۱۰ھ میں قبیلہ عامر کے دس نفر ایمان لائے اور مدینہ باسکینہ کے مرکزی دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی، ان کے استاد سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

اسی سال قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک وفد اسلام لایا، جنہوں نے دوسرے طلبہ کے ساتھ موصوف ہی کے حلقہ درس میں داخل ہوکر تعلیم حاصل کی۔ [2]

✵ ✵ ✵

---

۱ تذکرہ محدثین ج۱:۳۵

۲ ایضاً



# انقلاب آفریں نظام تعلیم

اسلامی سلطنت جس کی حدود ابتدا میں صرف مدینہ باسکینہ تک محدود تھیں، رفتہ رفتہ وہ پھیلتی گئیں اور نہ صرف خانہ بدوش بدوی بلکہ شہروں میں سکونت پذیر معزز اور نامور عرب بھی خاصی بڑی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہوتے گئے، اس نئے دین کے قبول کرنے کا ناگزیر نتیجہ تھا کہ ایک وسیع تر تعلیمی نظام معرض وجود میں آئے۔ جو دس لاکھ مربع میل کے رقبے پر آباد امت مسلمہ کی ضروریات کا کفیل ہوسکے۔ عہد نبوی کے اختتام پر اسلامی حکومت باوجود اس قدر وسیع رقبے پر مشتمل ہونے کے دینیات کی تعلیمی ضرورتوں سے اچھی طرح عہدہ برآ ہونے لگی تھی۔ بعض بڑے بڑے مقامات پر مرکزی دارالعلوم مدینۃ الرسول سے تربیت یافتہ معلم تعینات کردیئے جاتے تھے۔ اور کچھ صوبہ وار گورنروں کے فرائض منصبی میں یہ امر صراحت کے ساتھ شامل کردیا جاتا تھا کہ وہ اپنے ماتحت علاقے کی تعلیمی ضروریات کا مناسب بندوبست کریں۔ [1]

یمن کے گورنر عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام جو طویل تقرر نامہ بلکہ ہدایت نامہ معلم اعظم ﷺ نے لکھا تھا اسے تاریخ نے اپنے دامن میں بڑی حفاظت کے ساتھ سجا رکھا ہے۔

---

۱ کتانی ج۱:۴۳

اس میں یہ تصریح پائی جاتی ہے کہ گورنر کو ہدایت ہے کہ لوگوں کے لئے قرآن، حدیث، فقہ اور دوسرے علوم اسلامیہ کی تعلیم کا بندوبست کریں۔ اس میں یہ وضاحت بھی ہے کہ لوگوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب نرمی اور شائستگی سے دیں۔

دینی ضروریات کی بہت سی چیزیں اس میں سمو دی گئی ہیں۔ طہارت، نماز، زکوٰۃ، عشر، حج، عمرہ، جہاد، غنیمت، جزیہ کے احکام، نسلی قومیت کے نظریہ کی ممانعت، دیات، بالوں کی وضع، تعلیم قرآن اور طرز حکمرانی کی مبادیات درج ہیں۔ قارئین کی خدمت میں اس ہدایت نامہ کو بمعہ متن وترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم. هذا بيان من الله ورسوله. يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْد. عهد من محمد النبى رسول الله لعمرو بن حزم. حين بعثه إلى اليمن. امره بتقوى الله فى امره كله. فَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقُوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْن، وامره ان ياخذ بالحق كما امره الله. وان يبشر الناس بالخير. ويامرهم به. ويعلم الناس القرآن، يفقههم فيه. وينهى الناس، فلايمس القرآن انسان الا وهو طاهر، يخبر الناس بالذى لهم. والذى عليهم. ويلين الناس فى الحق. ويشتد عليهم فى الظلم. فان الله كره الظلم، ونهى عنه، فقال اَلاَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْن ويبشر الناس بالجنة وبعملها. وينذر الناس النار وعملها، يستألف الناس حتى يفقهوا فى الدين، ويعلم الناس معالم الحج وسنته وفريضته وما أمر الله به، والحج الأكبر: الحج الأكبر، والحج الأصغر: هو العمرة وينهى الناس أن يصلى أحد فى ثوب واحد صغير، إلا أن يكون ثوبا يثنى طرفيه على عاتقيه، وينهى الناس أن يحتبى أحد فى ثوب واحد يفضى بفرجه إلى السماء، وينهى أن يعقص أحد شعر رأسه



فى قفاه، وينهى إذا كان بين الناس هيج عن الدعاء إلى القبائل والعشائر، وليكن دعواهم إلى الله عزوجل وحده لاشريک له، فمن لم يدع إلى الله ودعا إلى القبائل والعشائر فليقطفوا بالسيف، حتى تكون دعواهم إلى الله وحده لا شريک له، ويأمر الناس بإسباغ الوضوء وجوهم وايديهم الى المرافق وارجلهم الى الكعبين، ويمسحون كما امرهم برء وسهم الله، أمر بالصلاة لوقتها، وإتمام الركوع والسجود والخشوع ويغلس بالصبح ويهجر بالهاجرة حين تميل الشمس، وصلاة العصر والشمس فى الأرض مدبرة والمغرب حين يقبل الليل لايؤخر حتى تبدو النجوم فى السماء والعشاء أول الليل وأمر بالسعى إلى الجمعة إذا نودى لها والغسل عند الرواح إليها، وأمره أن يأخذ من المغانم خمس الله وما كتب على المؤمنين فى الصدقة من العقار عشر ما سقت العين وسقت السماء وعلى ماسقى الغرب نصف العشر وفى كل عشر من الإبل شاتان وفى كل عشرين أربع شياه وفى كل أربعين من البقر بقرة، وفى كل ثلاثين من البقر تبيع، جذع أو جذعة، وفى كل أربعين من الغنم سائمة وحدها، شاة، فإنها فريضة الله التى افترض على المؤمنين فى الصدقة، فمن زاد خيرا فهو خير له: وأنه من أسلم من يهودى أو نصرانى إسلاما خالصا من نفسه ودان بدين الإسلام، فإنه من المؤمنين، له مثل مالهم، وعليه مثل ما عليهم، ومن كان على نصرانيته أو يهوديته فإنه لايرد عنها، وعلى كل حالم: ذكر أو أنثى، حرو عبد، دينار وافٍ اوعوضه ثيابا فمن أدى ذلک فان له ذمة الله وذمة رسوله. ومن منع ذلک فانه عدوالله ورسوله والمومنين جميعا. صلوات

اللہ علی محمد والسلام علیه ورحمة اللہ وبرکاته[1]

(ترجمہ:) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ بیان اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے لکھا جاتا ہے۔ ''اے ایمان والو! اپنے اقرار پورے کرو'' یہ عہد محمد الرسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے عمرو بن حزم کے لئے انہیں یمن بھیجتے وقت لکھا جاتا ہے۔ میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے ہر معاملہ میں اس سے ڈرتے رہیں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْن. پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈریں اور جو نیک کردار ہوں۔ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کے حق کو وصول کریں۔ لوگوں کو خیر کی بشارت دیں۔

لوگوں کو بھلائی کا حکم دیں' انہیں قرآن مجید کی تعلیم دیں اور دین کے ارکان سمجھائیں اور برائی سے روکیں۔ جو شخص پاک ہو صرف وہی قرآن مجید کو ہاتھ لگائے۔ لوگوں کو ان کے حقوق اور فرائض سے آگاہ کریں۔ نیکی میں لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کریں اور جب وہ ظلم کے مرتکب ہوں تو ان پر سختی کریں۔ اللہ تعالیٰ ظلم کو برا سمجھتا ہے اور اس سے منع کرتا ہے۔ اس کا ارشاد گرامی ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْن. خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ لوگوں کو جنت کی بشارت دیں اور اس کے اعمال سے آگاہ کریں۔ جہنم سے ڈرائیں اور جہنم کا موجب بننے والے اعمال سے متنبہ کریں۔ لوگوں کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آئیں۔ تاکہ وہ ارکانِ دین کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں۔ لوگوں کو حج کے مسائل اور احکام بتائیں۔ اس میں جو چیزیں فرض اور جو سنت ہیں ان کی تشریح کریں۔ نیز حج اکبر اور حج اصغر یعنی عمرہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں ان سے لوگوں کو آگاہ کریں۔

---

١ سیرت ابن ہشام ج ۴: ۲۴۱، ۲۴۲



لوگوں کو صرف ایک چھوٹے سے کپڑے میں نماز پڑھنے سے منع کریں البتہ اگر وہ ایک کپڑا اس قدر بڑا ہو کہ شانوں پر ڈالا جا سکے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اسی طرح لوگوں کو ایک کپڑے میں گات باندھ کر اس طرح بیٹھنے سے کہ ان کی شرمگاہ کھل جانے کا خدشہ ہو منع کر دیں۔ لوگوں کو اس بات کی ممانعت بھی کریں کہ اگر کسی کے سر کی گدی میں بال نہ ہوں تو وہ جوڑا نہ باندھے اور اس سے بھی منع کریں کہ جنگ میں لوگ قبائل اور خاندان کا واسطہ دے کر حمایت کے لئے آواز نہ دیں بلکہ صرف اللہ وحدہ لا شریک کے لئے ایک دوسرے کی حمایت کریں اور جو کوئی اللہ کی حمایت کے لئے دعوت نہ دے بلکہ محض قبیلے اور خاندان کی حمایت کے لئے دعوت دے' اسے تلوار سے ختم کر دینا چاہئے۔ تاکہ صرف اللہ وحدہ لا شریک کی دعوت قائم ہو۔

لوگوں کو وضو کا حکم کریں' اس کے فرائض اور آداب سکھائیں۔ وہ اپنا منہ دھوئیں' کہنیوں تک ہاتھ دھوئیں۔ ٹخنوں تک پاؤں دھوئیں اور اللہ کے حکم کے مطابق سر کا مسح کریں۔ اور میں نے انہیں اوقات مقررہ پر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ رکوع کو پوری طرح ادا کریں' سجدہ اچھی طرح اطمینان سے کریں' رقتِ قلبی کے ساتھ نماز ادا کریں۔ فجر کی نماز تڑکے پڑھیں۔ ظہر کی نماز زوال شمس کے بعد پڑھیں۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھیں جب کہ سورج کا سایہ زمین پر ٹیڑھا ہو جائے اور مغرب کی نماز رات شروع ہونے پر پڑھیں۔ اس میں ستاروں کے آسمان پر نمودار ہونے کا انتظار نہ کریں۔ رات کے اول حصہ میں عشاء کی نماز پڑھیں۔ جمعہ کے لئے تاکید کی جاتی ہے کہ جب اذان ہو تو فوراً تیزی کے ساتھ نماز کے لئے جائیں۔ نماز جمعہ کے لئے غسل کر لیں۔

میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس وصول کریں

اور مومنین سے زمینوں کا بقدر عشرؔ لگان وصول کریں۔ لگان کی یہ مقدار ان زمینوں کے متعلق ہے جو بارش یا چشمے سے سیراب ہوتی ہوں۔ اور جو ڈول سے سیراب ہوتی ہوں۔ (یعنی کنویں سے محنت اور مشقت کے ساتھ سیراب کی جاتی ہوں) ان سے نصف عشر لیا جائے گا (یعنی بیسواں حصہ) اور دس اونٹوں میں دو بکریاں اور بیس اونٹوں میں چار بکریاں' چالیس گایوں میں سے ایک گائے' تیس گایوں میں سے ایک بچھڑا۔ چالیس بکریوں میں سے ایک بکری۔ یہ مقدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر زکوٰۃ کے لئے فرض کی گئی ہے۔ جو اس سے زیادہ ہے اس میں اس کا فائدہ ہی ہے۔

جو یہودی یا نصرانی اپنی خوشی سے خلوصِ دل سے مسلمان ہو جائے اور اللہ کے دین کو قبول کرے وہ مومن ہے' اس کے حقوق اور فرائض وہی ہوں گے جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں اور جو شخص اپنے مذہب پر یہودی یا نصرانی قائم رہے۔ اسے ترک مذھب کے لئے ہرگز مجبور نہ کیا جائے گا۔ البتہ ان کے ہر بالغ مرد و عورت پر خواہ آزاد ہو یا غلام' ایک دینار کامل جزیہ عائد کیا جائے گا۔ جو سالانہ نقد یا جنس کی شکل میں وصول کیا جائے گا۔ نقد وصول نہ ہو تو اس کی قیمت کا کپڑا وصول کر لیا جائے اور جو اس رقم کے دینے سے انکار کرے وہ اللہ اور اس کے رسول اور تمام مسلمانوں کا دشمن سمجھا جائے۔''

معلم اعظم ﷺ نے صوبہ وار درسگاہوں کا معیار تعلیم بلند کرنے کے لئے صوبہ یمن میں ایک صدر ناظم تعلیمات مقرر کیا تھا۔ جو مختلف اضلاع و تعلقات میں دورہ کر کے وہاں کی تعلیم اور درسگاہوں کی نگرانی کرتا تھا۔[1]

✲ ✲ ✲

۱ تاریخ طبری اردو ج ۲: واقعات ۱۱ھ یمن کے عمال



# تعلیم اَلسِنہ

معلم انسانیت ﷺ نے مسلمانوں کو نہ صرف مذہبی تعلیم سے بہرہ یاب فرمایا بلکہ دینی اغراض و مقاصد کے پیش نظر دوسری قوموں کی زبان سیکھنے کی ترغیب بھی دی۔ یہود اگرچہ عربی بولتے تھے لیکن خط و کتابت اور دوسری تحریرات عبرانی میں کرتے تھے اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت دوسری زبانوں میں بھی خطوط آتے تھے۔ جن میں بعض معاملات پوشیدہ بھی ہوتے' جنہیں غیر مسلموں اور بالخصوص یہودیوں کی مدد سے پڑھوایا جاتا تھا۔ آپ کو ضرورت محسوس ہوتی کہ کوئی قابل اعتماد صحابی ان غیر زبانوں کو سیکھے چنانچہ آپ کی نظر انتخاب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی۔ جیسا کہ حضرت زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی مکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے' تو مجھے ارشاد فرمایا کہ یہود کی کتابت یعنی سریانی زبان سیکھ لو۔ کیونکہ مجھے یہود پر اعتماد نہیں۔ میرے نوشتے ان کی تحریف سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ آپؐ کی چاہت پر میں نے سریانی زبان سیکھنا شروع کر دی۔ ابھی پندرہ دن بھی گذرنے نہیں پائے تھے کہ میں نے اس میں مہارت حاصل کر لی۔ اس کے بعد میں اس خدمت پر مامور ہوا کہ یہود کے سریانی زبان میں تحریر کردہ خطوط کے ترجمہ سے حضور انور ﷺ کو آگاہ کروں اور آپ کے فرامین کو سریانی زبان میں لکھ کر یہود کی طرف روانہ کر دوں۔[1]

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف سریانی یا عبرانی زبان کے ماہر تھے بلکہ انہیں قبطی' فارسی اور یونانی زبانوں پر بھی عبور حاصل تھا' اور یہ تمام زبانیں مدینہ منورہ آنے کے بعد وہاں آنے والے غیر ملکی لوگوں سے سیکھ لی تھیں۔[2]

۱ سنن ابوداؤد' کتاب العلم ج ۲: ۵۱۳۔ جامع ترمذی کتاب العلم' باب تعلیم السریانیہ ج ۲: ۱۰۰

۲ التنبیہ والاشراف ۲۴۶

آپ نے فارسی زبان صرف چند دنوں میں سیکھ لی تھی اور یہ واقع اس طرح ہوا کہ ایک ایرانی وفد چند دنوں کے لئے نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ آیا۔ ان نو وارد لوگوں سے قریبی روابط کے باعث حضرت زیدؓ نے اتنی فارسی سیکھ لی جس سے ان لوگوں کے ساتھ روزمرہ کی گفتگو سہولت سے کرسکیں۔ ان کی ضروریات معلوم کرلیں اور ان کے مختلف سوالات کا جواب بھی دے سکیں۔[1]

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مدینہ منورہ آنے کے بعد سریانی زبان میں مہارت حاصل کر لی تھی اور وہ توریت بڑی روانی سے پڑھ لیتے اور اس کا ترجمہ ومفہوم بیان کرتے تھے چنانچہ آپؓ نے ایک مرتبہ نبی پاک ﷺ کے سامنے توریت کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا تھا۔[2]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ نبی مکرم ﷺ سے اپنا خواب بیان کیا کہ میں دو انگلیاں چوس رہا ہوں۔ ایک سے شہد اور دوسری سے دودھ نکل رہا ہے۔ سید عالم ﷺ نے اس کی تعبیر یہ ارشاد فرمائی کہ تم قرآن مجید اور توریت دونوں سے استفادہ کرسکو گے۔ چنانچہ انہوں نے سریانی زبان میں اس قدر مہارت حاصل کر لی کہ بائبل کا ترجمہ سریانی زبان میں پڑھتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ ایک دن قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور ایک دن توریت پڑھنے کا معمول بنا رکھا تھا۔[3]

اسی طرح سیدنا حنظلہ بن الربیع بل صیفی الاسدی التمیمی سریانی اور عبرانی وغیرہ زبانوں کے ماہر ہو گئے تھے۔ چنانچہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدم موجودگی میں حضور ﷺ کے مکاتب لکھنے کی خدمت موصوف ہی سرانجام دیتے تھے۔[4]

---

۱ اسلامی ریاست ۱۵۲

۲ مسند دارمی ج۱:۹۵

۳ اسلامی ریاست ۱۵۲

۴ التنبیہ والاشراف ۲۴۶



سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی متعدد زبانوں کے ماہر تھے اور ان میں نہایت آسانی کے ساتھ گفتگو کرسکتے تھے۔ ان کے پاس مختلف اقوام کے ایک سو غلام تھے' ان کی زبانیں بھی مختلف تھیں۔ حضرت ابن زبیرؓ ان سب سے ان کی مادری زبان میں گفتگو کرتے تھے۔[1]

❋ ❋ ❋

---

۱ مستدرک حاکم ۳:۵۴۹

# تعلیم نسواں

سرزمین عرب میں جہاں مرد علم و ادب کی نعمت سے محروم تھے وہاں عورتیں زیور تعلیم سے کیونکر آراستہ ہو سکتی تھیں۔ اسلام سے پہلے شفا بنت عبداللہ عدویہ کے تعلیم یافتہ ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن اسلام نے جس طرح نوع انسانی پر بے شمار احسانات کئے ہیں۔ عورتوں کو بھی تعلیم کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ اگر چہ ابتدا میں نامور تعلیم یافتہ عورتوں کی تعداد بہت کم تھی۔ مگر بتدریج انہوں نے علم کے میدان میں بلند مقام حاصل کر لیا تھا۔ سیدہ شفا بنت عبداللہ عدویہ کے متعلق اسد الغابہ میں ہے۔

| | |
|---|---|
| کانت من عقلاء النساء وفضلائھن۔[۱] | عورتوں میں بہت بڑی عقلمند اور فاضل تھیں۔ |

اسی طرح سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی علمی حیثیت مسلم تھی۔ تابعین کا ایک بہت بڑا گروہ ان کے آستانہ فضل وکمال سے مستفید ہوتا رہا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما علم حدیث کے اسرار و رموز میں اس قدر مہارت رکھتی تھیں کہ ان کا کوئی مد مقابل نہ تھا۔ وہ کامل العقل اور صائب الرائے تھیں۔ بہت سے تابعین نے ان سے اکتساب علم کیا۔[۲]

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعلیم کے لئے سیدہ شفا بنت عبداللہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ حضور انور ﷺ نے انہیں فرمایا کہ جس طرح تم نے حفصہؓ کو جھاڑ پھونک کا طریقہ سکھایا، انہیں لکھنا پڑھنا بھی سکھا دو۔[۳]

---

۱ اسد الغابہ

۲ مسند امام احمد ج ۶: ۲۹۹

۳ سنن ابی داؤد، کتاب الطب ج ۲: ۹۷



سیدہ ام الدرداء ھجیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قبیلہ حمیر کی شاخ بنو وصاب کی چشم و چراغ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ مکرمہ تھیں۔ علوم و معارف میں نامور عالم، وسعت علم اور فہم و فراست میں بہت بلند مقام تھا۔ ان سے اکتساب علم کرنے والوں میں حضرت مکحول۔ حضرت سالم بن ابی الجعد، زید بن اسلم، اسماعیل بن عبیداللہ اور ابو حازم مدینی جیسے اجلہ اور مشاہیر علماء شامل تھے۔[۱]

علامہ بلاذری کی تفصیلات کے مطابق حسب ذیل عورتیں لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔

شفا بنت عبداللہ العدویہ۔ سیدہ حفصہ بنت عمرؓ سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ، سیدہ عائشہ بنت سعد اور سیدہ کریمہ بنت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔[۲]

معلم اعظم ﷺ نے تعلیم اور تحریر کی ترغیب و تحریص کے لئے صرف مردوں ہی کا انتخاب نہیں فرمایا بلکہ زیور علم اور فن تحریر سے عورتوں کو بھی مستفید ہونے کے مواقع فراہم کئے۔ عورتوں کا تعلیمی ذوق بھی مردوں سے کچھ کم نہیں تھا۔ وہ دین کے ہر کام میں مردوں سے مسابقت کی کوشاں رہتی تھیں۔

چنانچہ ایک مرتبہ عورتوں کا ایک نمائندہ وفد حضور رحمت کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ دین سیکھنے میں مرد ہم سے سبقت لے گئے۔ اس لئے آپؐ ہمارے لئے بھی کوئی دن مقرر کر دیں۔ تا کہ ہم دین کے احکام سیکھ سکیں جس پر حضور انور ﷺ نے ان کے لئے وعظ و تذکیر کا ایک دن مقرر کر دیا۔[۳]

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔

عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ مرد آپ کے وعظ و ارشاد سے مستفید ہوتے ہیں۔ لیکن ہم محروم ہیں اس لئے ہمارے لئے بھی کوئی دن مقرر کر دیں تا کہ ہم بھی دین کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ آپؐ نے فرمایا، عورتیں فلاں

---

۱ تذکرۃ الحفاظ تذکرہ ام درداء

۲ فتوح البلدان اردو ج ۲: ۲۶۶

۳ صحیح بخاری، کتاب العلم ج ۱: ۲۰ مسند احمد ج ۳: ۸۵ حدیث ۷۳۵۱

فلاں دن فلاں فلاں جگہ جمع ہو جایا کریں۔ چنانچہ حسب ہدایت عورتیں جمع ہوتیں اور حضور اقدس ﷺ ان کے مجمع میں تشریف لاتے اور انہیں دین کے احکام و مسائل سکھاتے۔[۱]

بعض روایات میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عورتوں کی تعلیم کے لئے ہفتہ میں ایک دن مخصوص کر دیا تھا۔ آپؐ نے جو اوقات عورتوں کے لئے مخصوص کر رکھے تھے' ان میں عورتوں کو اسلامی تعلیم سے بہرہ یاب کرتے۔ اور عورتیں اپنے مخصوص مسائل بھی دریافت کرتیں۔ جن کے جوابات آپؐ مرحمت فرماتے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کیفیت کو اس طرح بیان کرتی ہیں۔

| | |
|---|---|
| نعم النساء الانصار لم يمنعهن الحياء ان يتفققهن في الدين. | انصار کی عورتیں بہت ہی اچھی ہیں۔ جنہیں دین کے مسائل دریافت کرنے میں حیا آڑے نہیں آتی۔ |

سیدہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ ماجدہ اور ملحان کی بیٹی تھیں۔ حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ جب کہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی موجود ہوتی تھیں اور آپ سے دین کے مسائل دریافت کرتیں۔ ایک مرتبہ حاضر خدمت ہو کر عرض کیا

| | |
|---|---|
| يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله لا يستحى من الحق. فهل على المرأة من غسل اذا هى احتلمت. | اے اللہ کے رسولؐ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔ پس کیا عورتوں کو اگر احتلام ہو جائے تو وہ بھی غسل کریں گی۔ |

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا انصار کی عورتیں دینی مسائل دریافت کرنے میں بہت دل چسپی رکھتی ہیں۔

۱ صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ' باب تعلیم النبی امتہ من الرجال والنساء' مسند احمد ج ۱۳: حدیث ۷۳۵۱



جو صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیھن سنت رسولؐ اور تبلیغ دین میں عظیم مرتبہ کی حامل تھیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے علیحدہ مجلس منعقد کرنے کی درخواست کی۔ تا کہ وہ آپ سے دین کا علم اور عورتوں کے مخصوص مسائل سے بہرہ یاب ہو سکیں۔ دوسری مجالس کے علاوہ عید وغیرہ کے اجتماعات میں عورتیں شامل ہو کر علم دین اور مسائل سے استفادہ کرتی تھیں۔

تاہم بعض زنانہ مسائل ایسے تھے جنہیں وہ براہ راست حضور اقدس ﷺ سے نہیں معلوم کر سکتی تھیں۔ اس لئے ان معاملات میں وہ امہات المومنین کے ذریعہ مستفید ہوتی تھیں۔ یوں ان ازواجِ مطہرات کے ذریعہ وہ خواتین کے مخصوص مذہبی مسائل سے آگاہی حاصل کرتی تھیں۔[۱]

عورتوں کے تعلیمی ذوق کا یہ عالم تھا کہ بعض خواتین نے اپنے شوہروں سے سوائے اس کے کوئی مہر طلب نہیں کیا کہ وہ انہیں قرآن مجید کی تعلیم دیں گے۔[۲]

عورتوں کی ذہانت اور قرآن مجید کے ساتھ گہرے قلبی تعلق کا اندازہ حارثہ بن النعمان کی صاحبزادی کے اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے' کہ انہوں نے حضور انور ﷺ سے خطبہ جمعہ میں سورہ ق والقرآن المجید سن سن کر زبانی یاد کر لی تھی۔[۳]

حضور اقدس ﷺ نے انصار کی عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''انصار کی عورتیں دینی مسائل دریافت کرنے میں بہت دل چسپی رکھتی ہیں۔''[۴]

❋ ❋ ❋

۱ السنۃ قبل التدوین: ۶۹

۲ مناہل العرفان ج ۱: ۲۳۴

۳ صحیح مسلم ج ۱: ۲۸۶' کتاب الجمعہ

۴ کشف الاستار الہیثمی ج ۱: ۹۱

# تعلیم اطفال

بچے ملک وملت اور مذہب و دین کے مستقبل کے معمار اور محافظ ہوتے ہیں۔ بچوں ہی نے بڑے ہو کر ملک وقوم کا انتظام و انصرام اپنے ہاتھ میں لینا ہوتا ہے۔ بنابریں ان کی تعلیم وتربیت بے حد ضروری اور سب سے مقدم ہے۔ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بچوں کو کیسی قابل رشک اور لائق صد تحسین وصیت فرمائی تھی

**تعلموا العلم فان تکونوا صغار قوم فعسی ان تکونوا کبار قوم آخرین.**[1]

تم علم حاصل کرو۔ اگر آج قوم میں سب سے چھوٹے ہو تو کل دوسرے لوگوں میں علم کی برکت سے تم بزرگ بن جاؤ گے۔

آپؐ کا فرمان ذی شان ہے۔ ''والد کی طرف سے اولاد کے لئے بہترین تحفہ علم وادب کا سکھانا ہے۔''[2]

بچوں کا ذہن اثر پذیری اور محافظت میں بیحد مستعد ہوتا ہے۔ پھر خالی الذہن ہونے کی بنا پر جو کچھ پڑھتے اور سنتے ہیں۔ وہ دل پر نقش دوام بن جاتا ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔

**التعلیم فی الصغر کالنقش فی الحجر.**

بچپن کی پڑھائی پتھر پر کھدائی ہے۔

خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں

---

۱ عیوان الاخبار ج۲:۱۲۳

۲ شعب الایمان ج۲:۲۵۶



**طلب العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر و طلب العلم فی الکبر کالنقش فی الماء.**[1]

بچپن میں علم حاصل کرنا ایسا ہے جیسے پتھر پر نقش اور بڑھاپے میں علم حاصل کرنا پانی میں نقش کی طرح ہے۔

چنانچہ محسن انسانیت ﷺ نے قوم کے نونہالوں اور امت کے پاسبانوں کی تعلیم وتربیت پر بھرپور توجہ دی۔ قرآن وحدیث اور فقہی مسائل کی تعلیم کے علاوہ عام نوشت وخواند کے جس سنہری دور کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا تھا۔ اس میں بچوں کی تعلیم وتربیت کو اولیت حاصل تھی۔

اگرچہ اسلام سے پہلے بھی مدینہ منورہ میں یہود نے بچوں کے اسکول قائم کر رکھے تھے، جن میں تجربہ کار اور بلند پایۂ معلم تعینات تھے۔ ابوسفیان بن امیہ بن عبدالشمس، بشر بن عبدالملک السکونی، ابی قیس بن عبد مناف بن زہرہ اور عمرو بن زرارہ المعروف ''الکاتب'' جیسے مشہور اساتذہ تعلیم پر مامور تھے۔[2]

مدینہ منورہ میں واقع نو مساجد کے قرب وجوار میں بچوں کے لئے تعلیمی درسگاہیں تھیں، جن میں قرآن مجید کی تعلیم کے علاوہ لکھنے کی مشق بھی کرائی جاتی تھی۔[3]

اور لکھائی کی مشق کرنے کے لئے تختی استعمال کی جاتی تھی، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ سیدہ ام الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تختی پر لکھا کرتی تھیں۔[4]

آپ نے خواندگی کو عام کرنے کی خاطر بچوں کی تعلیم وتربیت پر بھرپور توجہ دی۔

چنانچہ جب اسیرانِ بدر مدینہ منورہ لائے گئے اور ان میں سے بعض نادار لوگ فدیہ ادا کرنے سے قاصر تھے۔ اس لئے نبی مکرم ﷺ نے ان کا فدیہ اس طرح ادا کرنے کی سہولت فراہم کر دی کہ یہ لوگ انصار کے دس، دس بچوں کو لکھنا سکھائیں۔

---

۱ عیون الاخبار ج۲:۱۶۴

۲ کتاب المجر عنوان اشرف المعلمین: ۴۷۵

۳ السنۃ قبل التدوین:۲۹۹

۴ ایضاً

جب وہ لکھنے میں ملکہ حاصل کرلیں، تو انہیں رہا کردیا جائے گا۔ چنانچہ ان قیدیوں نے انصار کے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا اور قید سے رہائی مل گئی۔[1]

حضرت ابو عامر سلیم جو حدیث کے رواۃ میں سے ہیں، کا کہنا ہے کہ میں بچپن میں گرفتار ہو کر مدینہ منورہ لایا گیا۔ تو مجھے تعلیم حاصل کرنے کے لئے مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ استاد مجھے لکھائی کی مشق کراتے۔ جب مجھ سے میم لکھواتے اور میں اچھی طرح نہ لکھ سکتا۔ تو کہتے جس طرح گائے کی آنکھ گول ہوتی ہے ایسے میم لکھو۔

بچوں کے علمی ذوق اور قرآن مجید کے ساتھ والہانہ عقیدت کا اندازہ ایک کم سن بچے کے حیرت انگیز واقع سے لگایا جاسکتا ہے۔ سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد رسالت کے ایک کمسن صحابی۔ جن کا گھر شارع عام پر ایک چشمہ کے کنارے واقع تھا۔ جہاں آنے جانے والے مسافر آرام کرتے تھے۔ موصوف کی عمر ابھی سات سال کی تھی اور لطف یہ کہ اس وقت تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔ لیکن مسلمان مسافروں سے قرآن مجید کی مختلف آیتیں اور سورتیں سن سن کر یاد کرلی تھیں۔ اس طرح مسلمان ہونے سے پہلے ہی قرآن مجید کا ایک اچھا خاصا حصہ یاد ہو گیا تھا۔ بعد میں جب ان کا قبیلہ مشرف باسلام ہوا تو اسی کم سن بچے کو نماز میں امام بنایا جاتا تھا۔ کیونکہ اس وقت تک پورے قبیلہ میں صرف انہیں کو زیادہ قرآن مجید کا علم حاصل تھا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی ذوق وشوق بھی قابل رشک تھا۔ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آنے سے پہلے ہی لکھنا جانتے تھے۔ انہیں دس سال کی عمر میں ان کی والدہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپؐ کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے پیش کیا

**هذا ابني وهو غلام كاتب** یہ میرا بیٹا ہے۔ اور یہ لکھنا جانتا ہے۔

اس پہلی حاضری کے بعد مسلسل دس سال رحمت عالم ﷺ کی خدمت وتربیت میں اس طرح رہے جیسے گھر ہی کے ایک فرد ہوں اور جس دن ان کا وصال ہوا تو سیدنا قتادہؓ

---

1 طبقات ابن سعد ج ۱: ۲۶۳، ۳ روض الانف ج ۲: ۹۲



نے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا تھا۔ **ذهب اليوم نصف العلم**

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رحمت کائنات ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت میری عمر گیارہ سال تھی۔ مجھے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور آپ کو یہ خوش خبری بھی سنائی گئی کہ اس بچہ کو قرآن مجید کی سولہ سورتیں یاد ہیں۔ جب کہ ایک روایت میں ہے کہ ۱۷ سورتیں حفظ کر چکا ہے اور آپؐ نے ان سے قرآن مجید سنا اور خوشی کا اظہار فرمایا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچوں کو پڑھائی میں مصروف ومشغول دیکھ کر خوشی اور فرخت سے فرماتے، شاباش: تم حکمت کے سرچشمے اور تاریکی میں روشنی کے مینار ہو۔ تمہارے کپڑے تو پھٹے پرانے ہیں مگر دل تروتازہ ہیں۔ تم علم کی خاطر گھروں میں مقید ہو۔ لیکن تم ہی قوم کے مہکتے ہوئے پھول ہو۔

تاہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سنین کی پابندی سے بے نیاز ہو کر عمر کے ہر حصہ میں علم حاصل کیا ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بچپن میں علم سیکھا۔ بعض نے بڑی عمر میں، بڑھاپے میں، ادھیڑ عمر میں اور جوانی میں بھی علم حاصل کیا۔ اُدھر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ادھر علم دین سیکھنے میں مشغول ہو گئے اور علم کے سمندر بنے اور دنیا کے لئے مثال قائم کردی۔ بنابریں اب یہ عذر قابل سماعت نہیں کہ بڑھاپے میں کچھ یاد نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بجا ہے کہ بچپن میں علم کی باتیں زیادہ تر راسخ اور اس کی جڑ مضبوط ہوا کرتی ہے اور وہ فروعات میں زیادہ ماہر ہوتے ہیں۔

# غلاموں کی تعلیم

اسلامی مدارس میں بغیر کسی تفریق و امتیاز کے آزاد اور غلام بچوں کو تعلیم کا یکساں اور یکجا انتظام تھا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اون صاف کرنے کے لئے مدرسہ سے طلباء بلائے۔ لیکن یہ تاکید کی کہ آزاد بچے نہ بھیجے جائیں۔

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ غلام اور آزاد بچوں میں سوشل مساوات اور برابری ہی کا نتیجہ تھا کہ تحصیل علم وکمال کے دروازے سب کے لئے یکساں طور پر کھلے ہوئے تھے۔ اگر کوئی غلام اپنی فطری استعداد، محنت اور ذاتی ذوق وشوق کے باعث علم وفضل میں نمایاں مقام حاصل کر لیتا۔ تو اس کی تعظیم وتکریم، اس کی علمی جلالت شان کے مطابق کی جاتی تھی۔ نسلی امتیاز کی بیخ کنی پر کتنے ہی واقعات شاہد ہیں۔ مثال کے طور پر فتح مکہ کے وقت جب کوکبۂ نبیؐ انتہائی آن بان اور شان وتجمل سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ تو اس تاریخی موقع پر کسی قریشی سردار کی بجائے سیدنا بلال حبشیؓ کو شرفِ ہمرکابی نصیب ہوا اور فخر کائنات ﷺ نے فرمایا: بلال، کعبہ شریف کی چھت پر کھڑے ہو کر آذان کہو۔

سبحان اللہ! وہ حریم قدس جسے اسلام کے معمار اولین سیدنا خلیل اللہ نے تعمیر کیا تھا۔ عرصۂ دراز تک ''بت کدہ'' بنے رہنے کے بعد پھر ایک حبشی نژاد غلام کی اذانِ توحید سے گونج اٹھا۔ اسلام کی نگاہ میں غلاموں کی قدر ومنزلت کا یہ عالم تھا کہ

سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمران بن ربان کو خرید کر لکھنا پڑھنا سکھایا، جب وہ اس میں پختہ ہو گیا تو اسے میر منشی کے عہدے پر فائز کر دیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام ''عکرمہ'' کو قرآن و



حدیث کی تعلیم دینے میں بیحد کوشش اور جدوجہد سے کام لیا۔ سفر اور حضر میں اپنے ساتھ رکھ کر علوم دینیہ کا ماہر بنایا۔ موصوف چالیس سال مسلسل اپنے شفیق آقا کی خدمت میں رہ کر تحصیل علوم میں مصروف رہے۔ ان کی تمام تر تعلیم وتربیت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامانِ فضل وکرم میں ہوئی۔ جس کے باعث وہ غلام ہونے کے باوصف علم وکمال کے آسمان پر مہر جہاں تاب بن کر چمکے۔

سیدنا سالمؓ ''مولیٰ ابی حذیفہ بن عتبہ'' کے لقب سے شہرت رکھتے تھے۔ موصوف حضرت ابو حذیفہؓ کی زوجہ مکرمہ سیدہ ثبیتہ بنت یعار الانصاریہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت حذیفہ نے انہیں اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ قرأت اور حسن صوت کے امام تھے۔ فن تجوید وقرأۃ میں خداداد صلاحیت کے پیش نظر محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا تھا۔

''قرأۃ سیکھنے کے لئے ان چار ماہرین فن سے کسب فیض کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ، حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

خوش الحانی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور انور ﷺ کی خدمت میں تشریف لا رہی تھیں۔ کہ راستہ میں رک گئیں۔ سرور کونین ﷺ نے وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے کہا ایک شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا، اس کی سحر انگیز آواز نے مجھے سننے پر مجبور کر دیا۔ حضور اقدس ﷺ کو یہ سن کر اس قدر اشتیاق ہوا کہ ردا مبارک سنبھالتے ہوئے فوراً باہر تشریف لائے۔ جب دیکھا کہ قاری حضرت سالم ہیں۔ تو زبانِ قدس یوں زمزمہ پیرا ہوئی

| | |
|---|---|
| الحمدللّٰہ الذی جعل فی امتی مثلک. | اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں تمہارے جیسے لوگوں کو پیدا کیا۔ |

ایک آزاد کردہ غلام کے لئے اس سے بڑھ کر فضیلت وبزرگی کیا ہو سکتی ہے کہ خود نبوت کی زبان حق ترجمان اس پر فخر کرے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

معلم انسانیت ﷺ نے غلاموں کی تعلیم وتربیت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے فرمایا جس آدمی کے ہاں لونڈی ہو۔

| | |
|---|---|
| **فادبها فاحسن تادیبها وعلمها فاحسن تعلیمها.** | اس کی اچھی تہذیب وتربیت کی اور اسے عمدہ تعلیم دلائی۔ |

اسے تعلیم وتربیت اور علم وحکمت سے آراستہ کرکے آزاد کردیا اور پھر اس سے نکاح کر لیا تو اسے دہرا اجر ملے گا۔

اسی طرح حسن انتظام اور اعلیٰ کارکردگی کے باعث چند سالوں میں متعدد صحابہ کرام نے قرآن وحدیث کے رموز واسرار' علوم ومعارف کے ساتھ ساتھ تحریر و کتابت' املاء اور انشاء میں مہارت حاصل کر لی۔ جو حضرات لکھنے میں ماہر ہو جاتے انہیں مختلف شعبہ جات میں محرر کے منصب پر فائز کردیا جاتا تھا۔

حضرت خالد بن سعید بن العاص حضور انور ﷺ کی موجودگی میں ہر معاملہ کے کاتب تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ الثقفی اور حضرت حصین بن نمیر آپؐ کی ضروریات کی چیزیں لکھنے پر مامور تھے۔ حضرت عبداللہ بن ارقم بن عبد یغوث اور علاء بن عقبہ معاہدوں کی دستاویزات لکھنے کی خدمت پر تعینات تھے۔ حضرت زبیر بن العوام اور جہیم بن صلت اموال صدقات لکھتے تھے۔ حضرت حذیفہ بن یمان حجاز میں فصل کٹنے سے پہلے اس کا تخمینہ (میزانیہ) لکھا کرتے تھے۔ حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی مال غنیمت کی تفصیلات لکھنے کا کام کرتے تھے۔ ان سے پہلے یہ خدمت حضرت زید بن ثابتؓ کے سپرد تھی۔

حضرت حنظہ بن الربیع صیفی خطوط کے جوابات تحریر کرنے پر مامور تھے۔ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ حضرت شرحبیل' حضرت ابان بن سعید' حضرت علاء بن الحضرمی۔ حضرت معاویہ بن ابوسفیان بھی آپؐ کے کاتبوں میں شامل تھے۔

محدث جلیل مولانا خلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں۔

حضرت عامر بن فھیرہ۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماس۔ حضرت یزید بن



ابوسفیان' حضرت خالد بن ولید۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ۔ حضرت محمد بن سلمہ اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ بھی کاتبانِ وحی کے علاوہ کتابت و تحریر کا کام انجام دیتے تھے۔

امام الکتانی نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ کاتبین وحی کے علاوہ حضور انور ﷺ کے کاتبوں کی تفصیل قلمبند کی ہے۔ جن کی مجموعی تعداد ۴۳ تک ہے۔

## عربوں کا محیّر العقول حافظہ:

اہل عرب اپنی حیرت انگیز قوتِ حافظہ کی وجہ سے دنیا بھر میں ممتاز تھے۔ صدیوں تک گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے کے بعد انہیں قرآن مجید کی منزل ہدایت نصیب ہوئی۔ جسے وہ اپنی زندگی کی متاعِ عزیز سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے قرآن مجید کو یاد رکھنے کے لئے کیا کچھ اہتمام کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ ہر وہ شخص کرسکتا ہے۔ جو ان کے مزاج اور افتادِ طبع سے واقف ہے۔ چنانچہ بالکل تھوڑی سی مدت میں صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی تعداد نے قرآن مجید از بر یاد کرلیا تھا۔

ایک غیر مسلم مورخ سیدیو اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے۔

''اشاعتِ قرآن اور دین اسلام کی حیرتِ انگیز سرعت نے مخالف مورخین کو بیحد تعجب میں ڈال دیا ہے۔''

حضور انور ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بہت بڑی جماعت نے قرآن مجید حفظ کرلیا تھا جس کا اظہار علامہ محمد عبدالعظیم زرقانی اس طرح کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| **کان حفاظ القرآن فی حیاة الرسول الله صلی الله علیه وسلم جمّا غفیرا.** | حضورؐ کی زندگی میں صحابہ کی بہت بڑی جماعت نے قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ |

اس تعداد میں روز بروز ترقی ہوتی رہی حتی کہ صحابہؓ کی جماعت میں ہزاروں اشخاص نے قرآن مجید کو اپنے سینوں میں محفوظ کرلیا تھا۔ علامہ زرقانی رقمطراز ہیں۔

**بعد وفاته صلى الله عليه وسلم فقد اتم حفظ القرآن الاف.**

قدرت خداوندی نے قرآن مجید کی صدری حفاظت کا ایسا محیّر العقول انتظام فرمایا اور اس کے لئے ایسی قوم کو منتخب کیا۔ جو امی ہونے کے باوصف قوتِ حافظہ میں تمام اقوام عالم پر فوقیت رکھتی تھی۔ ان کے سینے قومی واقعات اور قبائلی انساب کے خزینے تھے۔ وہ لوگ سینکڑوں اشعار کا قصیدہ ایک بار سن لیتے تو پورا قصیدہ دل و دماغ پر نقش ہو جاتا تھا۔ ان کی فقید المثال قوتِ یاداشت پر تاریخ عرب شاہد ہے۔ امی ہونے کی وجہ سے ان کی ہر شنید کو باقی اور محفوظ رکھنے کا دارو مدار صرف حافظہ پر تھا ان کی اس جبلی اور فطری قوتِ حافظہ کو اسلام نے جلا بخشی اور ان پڑھ عربوں کو تعلیم قرآن کے زیورِ تاجدار سے مالا مال کر دیا۔

مسلمانوں کا ذوقِ تعلیم اس قدر جوبن پر تھا کہ دنیوی مشاغل کے باوجود تعلیم قرآن کے لئے اپنے اوقات وقف کر رکھے تھے۔ صرف دور اول میں دس ہزار صحابہ کبار حفاظ قرآن پائے جاتے تھے۔ جن میں ۳۷ حفاظ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ جن کے اسمائے گرام حسب ذیل ہیں۔

(۱) سیدنا ابوبکر صدیق۔ (۲) سیدنا عمر فاروق۔ (۳) سیدنا عثمان ذی النورین۔ (۴) سیدنا علی المرتضیٰ۔ (۵) سیدنا عبداللہ بن مسعود۔ (۶) سیدنا طلحہ۔ (۷) سیدنا سعد بن ابی وقاص۔ (۸) سیدنا حذیفہ بن یمان۔ (۹) سیدنا ابوہریرہ۔ (۱۰) سیدنا عبادہ بن صامت۔ (۱۱) سیدنا معاذ بن جبل۔ (۱۲) سیدنا مجمع بن حارثہ۔ (۱۳) سیدنا فضالہ بن عبید۔ (۱۴) سیدنا ابوموسیٰ اشعری۔ (۱۵) سیدنا عمرو بن عاص۔ (۱۶) سیدنا سعد بن عبادہ۔ (۱۷) سیدنا عبداللہ بن عباس۔ (۱۸) سیدنا ابوایوب انصاری۔ (۱۹) سیدنا عبد بن ذوالبجارین۔ (۲۰) سیدنا عبید بن معاویہ بن زید۔ (۲۱) سیدنا ابوزید۔ (۲۲) سیدنا سالم مولیٰ ابوحذیفہ۔ (۲۳) سیدنا مسلمہ مخلد بن الصامت۔ (۲۴) سیدنا سعد بن عبید بن نعمان انصاری۔ (۲۵) سیدنا زید بن ثابت۔ (۲۶) سیدنا ابی بن کعب۔ (۲۷) سیدنا عبداللہ بن السائب۔ (۲۸) سیدنا سلیمان بن ابی حثمہ۔ (۲۹) سیدنا تمیم داری۔ (۳۰) سیدنا معاذ بن الحارث۔



(۳۱) سیدنا ابودرداء۔ (۳۲) سیدنا عقبہ بن عامر۔ (۳۳) سیدنا عبداللہ بن عمر۔ (۳۴) سیدنا سعد بن المنذر۔ (۳۵) سیدنا قیس بن صعصعہ۔ (۳۶) سیدنا ابوحلیمہ معاذ۔ (۳۷) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور جن صحابہ کو جزوی طور پر قرآن مجید یاد تھا ان کا شمار کرنا بیحد مشکل ہے۔

❋ ❋ ❋

# سیدنا مصعبؓ بن عمیر کی علمی سرگرمیاں

مصعب نام۔ ابو محمد کنیت والد کا نام عمیر اور والدہ کا نام حناس بنت مالک تھا۔

حضرت مصعب مکہ معظمہ کا ایک ایسا نوجوان تھا جو حسن و جمال کا پیکر اور خوبصورتی اور زیب و زینت کے لحاظ سے بے مثال تھا۔ والدین ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے' والدہ نے اپنے لخت جگر کو نہایت ناز و نعمت سے پالا' نفیس ترین لباس پہناتی تھی' لطیف سے لطیف خوشبو جو اس زمانہ میں میسر آ سکتی تھی استعمال کرتے' ہمہ وقت خوشبوؤں میں بسا رہتا اور حضرمی جوتا پہنتا تھا۔ (روض الانف)

اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن' ذوق سلیم اور لطیف طبع کے ساتھ آئینہ دل کو بھی نہایت شفاف بنایا تھا' صرف ایک عکس کی دیر تھی کہ توحید کے دل ربا خد و خال نے شرک سے متنفر کر دیا اور آستانہ نبوت پر حاضر ہو کر اس کے شیدا بن گئے۔

محبوب انس و جاں ﷺ جب کبھی ان کا تذکرہ کرتے تو ارشاد فرماتے:

'' مکہ میں مصعبؓ بن عمیر سے زیادہ کوئی حسین و جمیل' خوش پوشاک اور پروردۂ نعمت نہیں ہے۔'' (اسد الغابہ' تذکرہ مصعب بن عمیر ۳۲:۳۷۰)

مصعب بن عمیر قریش مکہ کے انتہائی خوشحال لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے ناز و نعمت کی زندگی گزارتے تھے' ہر وقت بیش قیمت لباس زیب تن کئے رکھتے تھے۔ ان کی ماں کو ان سے حد درجہ محبت و پیار تھا۔ رات کو وہ سوئے رہتے اور خادم سرہانے کھڑا رہتا' کسی کو بھی انہیں بیدار کرنے کی اجازت نہ تھیں' خورد و نوش کی ہر چیز پاس رکھی رہتی' جب بیدار ہوتے فوراً حاضر کر دی جاتی تھی۔ گویا کہ شہزادگی کا عالم تھا۔ (روض الانف)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ رحمتِ عالم ﷺ



دار ارقم میں اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ تو وہ آئے' آپ پر ایمان لائے اور دل و جاں سے فدا ہو گئے' لیکن والدہ اور قوم کے خوف سے عرصہ تک اپنا اسلام پوشیدہ رکھا اور چھپ چھپ کر حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ معارف پناہ میں حاضر ہوتے رہے' ایک روز اتفاقاً عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کی والدہ اور قوم کو خبر کر دی۔ انہوں نے سنا تو محبت نفرت سے مبدل ہو گئی اور مجرم توحید کے لئے شرک کی عدالت نے قید تنہائی کا فیصلہ سنایا۔'' (اسد الغابہ ۴:۳۶۹)

وما نقموا.

اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مصائب و آلام کا شکار ہو گئے' بے رحم' خونخوار' کفار ناہنجار رشتہ داروں نے مار مار کر چمڑی اُدھیڑ دی۔ رنگت بدل گئی' ان کا گوشت بھی جھڑ گیا اور جسم کمزور و نحیف ہو گیا بالآخر والدین نے گھر سے نکال دیا۔ محبوب انس و جاں ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک دن اس حال میں آئے کہ وہ جسم جو کبھی حریر و اطلس میں ملبوس رہتا تھا' اس پر چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں' یہ روح فرسا منظر دیکھ کر رحمت عالم ﷺ آبدیدہ ہو گئے۔ (روض الانف)

## ہجرت حبشہ:

حضرت مصعب ایک عرصہ تک قید و بند کی جاں گداز تکلیفیں برداشت کرتے رہے' زندانِ خانہ کی تلخ زندگی نے بالآخر ترکِ وطن پر مجبور کر دیا اور متلاشیانِ امن و سکون کے ساتھ سرزمین حبش کی راہ اختیار کی اس ناز پروردہ نوجوان کو اب نہ تو نرم و نازک اور نفیس کپڑوں کی خواہش تھی نہ نشاط افزا عطریات کا ذوق اور نہ ہی دنیاوی عیش و تنعم کی فکر تھی۔ جلوۂ توحید کے ایک نظارہ نے تمام فانی ساز و سامان سے بے نیاز کر دیا تھا۔

ادھر والدہ نے ان کے اسلام قبول کرنے اور اسلام کی خاطر ہجرت کرنے کے خلاف احتجاجاً کھانا پینا چھوڑ دیا اور قسم کھالی جب تک وہ اسلام سے برگشتہ ہو کر واپس گھر نہیں آتا سایہ دار جگہ میں بھی نہ بیٹھوں گی' عرصہ دراز کے بعد حبشہ سے مکہ واپس

آئے۔مصائب وشدائد سے رنگ وروپ باقی نہ رہا تھا۔تو خود ان کی ماں کو اپنے نور نظر کی پریشان حالی پر رحم آ گیا اور مظالم سے باز آ گئی۔

## تعلیم وتبلیغ دین:

اس دوران خورشید اسلام کی ضیا پاش شعاعیں کوہ فاران کی چوٹیوں سے گذر کر وادیٔ یثرب تک پہنچ چکی تھیں۔اور مدینہ کے ایک معزز طبقہ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔انہوں نے دربار نبوت میں درخواست پیش کی کہ ہماری تعلیم وتبلیغ کے لئے کسی کو مامور فرمایا جائے۔معلم اعظم ﷺ کی نگاہ جوہر شناس نے اس خدمت جلیلہ کے لئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب کیا۔آپؐ نے انہیں مدینہ کے مسلمانوں کی تنظیم وتعلیم اور غیر مسلموں کو تبلیغ وتلقین کا حکم دیا تو حکم کا یہ بندہ اور ایثار وخلوص کا یہ پیکر بلا عذر اور بغیر تامل فوراً مدینہ منورہ روانہ ہوگیا۔

وہاں پہنچ کر حضرت اسد بن زراہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں قیام کیا اور ان کا مکان حضرت مصعبؓ کا ''مکتب اور دار التبلیغ'' تھا۔جہاں آپ نو مسلموں کو قرآن و سنت کی تعلیم سے بہرہ یاب کرتے اور غیر مسلموں کو بلا کر تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے تھے۔یہی مدینہ منورہ کا سب سے پہلا ''دار العلوم'' تھا۔جس کے موسس اور معلم حضرت مصعبؓ تھے۔آپ انصار کے گھروں اور قبائل میں پھر کر تعلیم قرآنی اور اشاعت اسلام کی خدمت انجام دیتے' لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتے ایک ایک' دو دو آدمی مسلمان ہونے لگے۔حتیٰ کہ انصار کے تمام گھروں اور قرب وجوار کی بستیوں میں ان کی کوشش سے اسلام پھیل گیا۔(طبقات)

مدینہ منورہ میں جب کلمہ پڑھنے والوں کی ایک اچھی خاصی جماعت پیدا ہوگئی' تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عریضہ ارسال کر کے اس بات کی اجازت چاہی کہ مدینہ میں لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائیں۔آپؐ نے اجازت دے دی اور حضرت مصعبؓ نے سب سے پہلے جمعہ کی نماز حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر میں پڑھائی۔اس دن کل بارہ آدمی تھے۔آپ نے پہلے کھڑے



ہو کر ایک نہایت موثر خطبہ دیا۔پھر خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھائی اور نماز کے بعد حاضرین کی ضیافت کے لئے ایک بکری ذبح کی گئی۔اس طرح ان کی تحریک سے شعار اسلامی کا قیام عمل میں لایا گیا۔

جس طرح مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی مراکز تعلیم میں بھی اضافہ ناگزیر تھا۔چنانچہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے علاوہ بنوظفر کے ہاں بھی تعلیم قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔جہاں سب مسلمان جمع ہو کر تعلیم دین حاصل کرتے اور نماز باجماعت بھی ادا کرتے۔

جب حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وعظ وتذکیر اور دعوت وتبلیغ کا سلسلہ بہت بڑھا اور مدینہ کے ہر گھر اور گلی کوچے میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر ہونے لگا' تو اوس وخزرج کے وہ سردار جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے نہایت ناگوار گذرا۔انہوں نے اشاعت اسلام کے سلسلہ کو بزور اور بہ جبر روکنا چاہا۔

چنانچہ قبیلہ عبدالاشہل کے سردار سعد بن معاذ نے اپنے گہرے دوست اسید بن حضیر سے کہا کہ اب مسلمانوں کی تبلیغی سرگرمیاں حد اعتدال سے بڑھ گئی ہیں۔وہ ہمارے سادہ لوح نوجوانوں کو اپنے آبائی دین سے برگشتہ کر کے محمدؐ کے بنائے ہوئے دین میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔محمد نے اپنے نمائندے یہاں بھیج دیئے ہیں جو دن رات یہ کام کررہے ہیں اور ہمارے نوجوانوں کو ورغلا رہے ہیں۔

سعد بن معاذ نے مزید کہا کہ مکہ سے آنے والے محمدؐ کے نمائندے مصعبؓ بن عمیر کو اسعد بن زرارہ نے اپنے ہاتھ ٹھہرا رکھا ہے۔وہ خود بھی گمراہ ہوا ہے اور مصعب کے ذریعہ دوسروں کو بھی گمراہ کر رہا ہے۔چونکہ اسعد بن زرارہ میرا خالہ زاد بھائی ہے۔اس وجہ سے میں اسے کچھ کہہ نہیں سکتا مگر اسعد اس چشم پوشی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔تم جاؤ اور مصعب کو یہاں سے نکال دو۔یہ خطرناک شخص اگر یہاں رہا تو ایک دن دیکھ لینا کہ اوس اور خزرج کا ایک شخص بھی اپنے آبائی مذہب پر قائم نہیں رہے گا اور سب محمدؐ کے پیرو کار بن جائیں گے۔لہٰذا جاؤ اور زبردستی اس فسادی مصعب کو

یہاں سے نکال دو۔

سعد بن معاذ کے کہنے سے اسید بن حضیر طیش میں آ گیا' مصعبؓ بن عمیر اس وقت قبیلہ عبدالاشہل کے ایک باغ میں اسعدؓ بن زرارہ کے ساتھ بیٹھے لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم سے بہرہ یاب کر رہے تھے۔ اسید بن حضیر طیش میں آ کر نیزہ سے مسلح ہو کر باغ کی طرف اسلام کا قلع قمع کرنے روانہ ہو گیا۔ ادھر کارکنانِ قضا نے یوں کہا

آمد آں یارے کہ نامی خواستیم

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں آتا دیکھ کر داعی اسلام حضرت مصعبؓ سے کہا اسید بن حضیر اپنی قوم بنی الاشہل کا سردار ہے۔ اگر تبلیغ و تذکیر سے اسے اسلام کا گرویدہ بنا لیا گیا تو اس کا سارا قبیلہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائے گا۔ لہٰذا آپ اسے ضرور تبلیغ کریں اور حکم خداوندی کا پوری شدت سے لحاظ رکھنا' مصلحت و مروت سے کام نہ لینا۔

اس اثناء میں اسید آن پہنچا' اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اور بڑے خشمگین لہجے میں مصعبؓ سے مخاطب ہوا۔ تمہیں یہاں کس نے بلایا ہے۔ تم ہمارے نوجوانوں کے دماغ بگاڑتے ہو۔ اور اپنی دل ربا باتوں سے انہیں گمراہ کرتے ہو۔ فساد انگیزی کی یہ باتیں ٹھیک نہیں' اگر اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔

حضرت مصعبؓ نے ان تلخ و تند باتوں کو بڑے صبر و تحمل سے سنا اور بڑی نرمی اور ملاطفت سے جواب دیا۔

''اے قوم کے معزز سردار میں نے آپ کی گفتگو سنی' اب آپ ذرا تشریف رکھیں تو کچھ میں بھی عرض کروں۔ اگر پسند آئے تو خیر ورنہ ''جو مزاج یار میں آئے'' اسید نے مصعبؓ کی باتیں سن کر کہا تمہاری رائے قرین انصاف ہے۔ اچھا بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو' یہ کہہ کر نیزہ زمین میں گاڑ کر بیٹھ گیا اور ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگا۔

حضرت مصعبؓ نے تلاوت قرآن مجید کے بعد ایسی خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اسلام کی خوبیاں' توحید کے فضائل اور بت پرستی کی خرابیاں بیان کیں کہ اسید



حیران رہ گیا اور اس کا دل نور ایمان سے جگمگا اٹھا اور بے تاب ہو کر کہنے لگا۔ کیسا عمدہ دین اور کیسی دلنشین کلام ہے۔ یہ تو بتاؤ تمہارے مذہب میں داخل ہونے کا طریقہ کیا ہے؟

حضرت مصعبؓ نے فرمایا نہایت سادہ اور آسان' پہلے نہا دھو کر پاک کپڑے پہنو اور اس کے بعد صدق دل سے اللہ کی وحدانیت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کر لو۔ بس تم مسلمان ہو۔

فوراً ہی اسید نے غسل کیا' کپڑے بدلے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت اسید نے کہا ایک اور آدمی ایسا ہے کہ اگر وہ بھی تمہاری تبلیغ سے مسلمان ہو گیا تو پھر اس کی ساری قوم اسلام قبول کر لے گی' میں ابھی اسے آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔

حضرت اسیدؓ نے واپس آ کر سعد بن معاذ سے کہا میں نے اسے اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ لیکن مجھے اطلاع ملی ہے۔ کہ بنو حارث اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے نکلے ہیں کہ وہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے۔ تا کہ اس طرح تمہاری تذلیل ہو۔ چونکہ بنو حارثہ اور عبدالاشہل میں دیرینہ عداوت تھی' اس لئے حضرت اسیدؓ کا افسوں چل گیا۔ اور حضرت سعد بن معاذ جوشِ غضب میں اٹھ کھڑے ہوئے اور تخالف مذہبی کے باوجود اسعد کی مدد کے لئے چل دیئے' لیکن باغ میں پہنچ کر دیکھا کہ اسعد اور مصعب اطمینان سے بیٹھے باتوں میں مصروف ہیں۔ تو سمجھ گئے کہ اسید نے ان دونوں سے بالمشافہ گفتگو کرنے کے لئے محض اشتعال دلایا ہے۔ تاہم خشم گیں لہجہ میں کہا

''ابو امامہ خدا کی قسم اگر رشتہ داری کا پاس لحاظ نہ ہوتا تو میں تمہارے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتا۔ تمہیں ہمارے علاقہ میں تبلیغ کرنے کی کیسے جرأت ہوئی ہے۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔''

حضرت مصعبؓ نے بدستور بہت نرمی سے جواب دیا' اچھی بات ہے میں چلا جاؤں گا۔ لیکن پہلے تم میری چند گذارشات سن لو۔ اگر پسند آئیں تو قبول کر لینا۔ پسند

نہ ہوں تو مسترد کر دینا۔ سعد بن معاذ نے کہا اچھا کہو' کیا کہتے ہو۔ حضرت مصعبؓ نے اسے بھی اسی دل نشین پیرائے میں تبلیغ کی اور قرآن مجید کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ جن کا اثر سعد بن معاذ پر بجلی کی طرح ہوا' اور فوراً ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اپنی قوم کے پاس جوش میں بھرے ہوئے آئے اور بانگ بلند سوال کیا۔ تم مجھے کیسا سمجھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا تم ہمارے سردار ہو' ہم سب سے افضل اور بہتر ہو۔ پختہ رائے والے' بڑے عقل مند اور دور اندیش ہو۔ اس پر حضرت سعدؓ نے کہا اگر تم واقعی ایسا سمجھتے ہو' تو میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور تمہیں بھی اسلام کی دعوت دیتا ہوں' اپنے سردار کی یہ گفتگو سن کر شام ہونے سے پہلے پہلے سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شبانہ روز کی تعلیم و تبلیغ کے نتیجہ میں مدینہ منورہ کے اکثر لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تھے جس کے بعد نبی کریم ﷺ بھی مدینہ منورہ تشریف لے آئے تھے۔ (سیرت ابن ہشام)



# صدیق اکبرؓ کی علمی حیثیت

خلیفہ اوّل امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار دانشور طبقہ میں ہوتا تھا' موصوف نے اگرچہ کسی مکتب میں باقاعدہ زانوئے تلمذ تہہ نہیں کئے' تاہم فطری جودتِ طبع اور دربار نبوت کی حاشیہ نشینی سے آسمانِ فضل و کمال پر مہر درخشاں بن کر چمکے۔ فصاحت و بلاغت میں کمال رکھتے تھے' علم الانساب کے ماہرین کے سرخیل تھے' ابتدا میں شاعری کا ذوق بھی تھا۔ لیکن اسلام کے ظل عاطفت میں آنے کے بعد ترک کر دیا۔ کبھی کبھار جذبات و خیالات خود بخود نظم موزوں کے قالب میں ڈھل جاتے تھے۔ اسلام کے بعد صرف ایسے اشعار سے دلچسپی تھی' جن میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا ذکر ہوتا تھا۔

علم الانساب اس علم کا نام ہے جس کے ذریعہ خاندان اور قبائل کے نسبی تعلقات معلوم ہوتے ہیں۔ اس زمانہ کا یہ مایہ ناز علم تھا۔ تمام صحابہؓ میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ اس علم کے سب سے زیادہ ماہر تھے۔ اسی بنا پر جب معلم انسانیت ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار کی ہجو کہنے کا حکم دیا تو انہیں انساب کے متعلق حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا:

ائت ابابکر فانه اعلم انساب القوم منک. — ابوبکر کے پاس جاؤ۔ کیونکہ وہ انساب کے تم سے زیادہ عالم ہیں۔

غرض اس روز سے وہ اس فن کی تعلیم کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔[1]

اس علم میں حضرت صدیقؓ کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ تھا۔

۱ الاستیعاب ج۱:

حضرت فاروقؓ کے بعد سیدنا جبیر بن مطعم اس فن کے ماہر خیال کئے جاتے تھے۔ ان کا کہنا ہے۔ میں نے یہ فن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھا ہے جو نسب دانی کی حیثیت سے تمام عرب میں ممتاز تھے۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت جبیر بن مطعمؓ سے اس کی تعلیم حاصل کی اور ان سے محمد بن سعید بن المسیب نے یہ علم سیکھا۔ اس طرح اسلام کی تابناک تاریخ میں اس علم کا سلسلہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات سے قائم ہوا۔[1]

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی علم الانساب کی بہت بڑی ماہر تھیں۔ چنانچہ سیدنا عروہؓ کا قول ہے۔ کہ میں نے کسی کو ایام عرب اور علم نسب کا ماہر حضرت عائشہ سے زیادہ نہیں دیکھا۔ جب کہ یہ بھی حضرت صدیق ہی کا فیض تربیت تھا۔

چونکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر، حضر، خلوت وجلوت۔ جنگ وصلح غرض ہر موقع پر مہبط وحی والہام ﷺ کے شرف صحبت سے مستفیض ہوتے اور تمام امور میں حضور انور ﷺ کے خاص مشیر تھے۔ اس لئے اسلامی علوم وفنون میں بھی قدرۃً ان کا پایہ سب سے بلند تھا۔ قرآن مجید کے ساتھ غیر معمولی شغف کے باعث ہر آیت کے شانِ نزول اور اس کے حقیقی مفہوم سے آگاہ تھے۔[2]

❋ ❋ ❋

۱ تاریخ الخلفاء ۴۰

۲ مستدرک حاکم ج ۳: ۷۴



# سیدنا فاروق اعظمؓ کی رفعت علمی

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ان تعلیم یافتہ اصحاب علم وفضل میں ہوتا ہے جو اسلام سے پہلے ہی اس دولت سے بہرہ یاب ہو چکے تھے۔ موصوف کے فرامین، خطوط، توقیعات اور خطبے ان کے بلند علمی مقام کی عکاسی کرتے ہیں اور ان سے ان کی قوتِ تحریر، برجستگیٔ کلام اور زورِ تحریر کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ علم الانساب میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ یہ علم کئی پشتوں سے ان کے خاندان میں چلا آتا تھا۔ ان کے والد خطاب مشہور نساب تھے۔ ہجرت مدینہ کے بعد حضرت فاروقؓ نے عبرانی زبان میں بھی عبور حاصل کر لیا تھا۔ اس میں اتنی مہارت ہوگئی تھی کہ تورایت بڑی سہولت سے پڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور انور ﷺ کے سامنے توریت پڑھنا شروع کر دی۔ جس سے آپ کا چہرہ پرضیا متغیر ہوا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فطرۃً ذہین، طباع اور صائب الرائے تھے۔ ان کی کتنی ہی رائیں مذہبی احکام بن گئی تھیں۔ موصوف کے علم کے متعلق سیدنا عبد اللہؓ فرماتے تھے کہ اگر حضرت عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام اہل زمین کا علم دوسرے پلڑے میں تو حضرت عمرؓ کا علم سب پر غالب رہے گا۔ خلیفہ راشد کے سانحۂ ارتحال پر حضرت عبد اللہ فرماتے تھے حضرت عمرؓ کے چلے جانے سے نو حصے علم کے اٹھ گئے ہیں۔[1]

خلیفہ ثانی امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں دینی علوم کی تدریس، ترویج اور تعلیم کے منظم اور مربوط انتظامات کئے، موصوف پہلے شخص ہیں جنہوں نے نہایت وسیع پیمانہ پر تعلیم قرآن کا باقاعدہ سلسلہ قائم فرمایا۔ تمام مفتوحہ ممالک میں تعلیم قرآن کے مکاتب قائم کئے۔ بلکہ بعض مخصوص حالات میں

۱ طبرانی بحوالہ حیات الصحابہ ج ۳: ۸۲

قرآن مجید کی جبری تعلیم کا انتظام بھی کیا' آپ نے ایک شخص ابوسفیان نامی کو خاص اس کام پر مامور کیا کہ بدوؤں کے قبائل میں دورہ کر کے ہر شخص کا امتحان لے اور جسے قرآن مجید یاد نہ ہو اسے سزا دی جائے۔

جب ملک شام فتح ہوا۔ تو خلیفۃ المسلمین نے سیدنا عبادہ بن صامتؓ کو مسلمانوں کی تعلیم کے لئے منتخب کیا' ان کے ساتھ سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا ابودرداء کو بھی کر دیا۔ انہوں نے تقسیم کار اس طرح کی کہ حضرت عبادہؓ حمص میں' حضرت ابودرداءؓ دمشق اور حضرت معاذؓ نے فلسطین میں اقامت اختیار کی۔ لیکن بعد ازاں حضرت عبادہ بن صامت بھی فلسطین تشریف لے گئے اور درس و تدریس کی خدمت انجام دینے لگے۔ جب حضرت ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا تو ان کے ہمراہ حضرت عمران بن حصین کو بھی بھیجا کہ وہ لوگوں کو فقہ اور قرآن مجید کی تعلیم دیں۔ [1]

حضرت حارثہ بن مضربؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کا وہ گرامی نامہ پڑھا جو انہوں نے اہل کوفہ کی طرف لکھا تھا۔

امابعد۔ میں نے تمہاری طرف عمارؓ بن یاسرؓ کو امیر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ خزانہ کا اہتمام و انصرام بھی ابن مسعود کے متعلق ہے۔ یہ دونوں نبی کریم ﷺ کے شرفا میں سے ہیں ان دونوں کی فرمانبرداری' اطاعت اور پیروی کرنا۔ میں نے ابن مسعود کو اپنے سے الگ کر کے تمہارے پاس بھیج کر تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ [2]

امیر المومنین نے قرآن مجید کی تعلیم کی توسیع و اشاعت کے لئے اور بھی مختلف ذرائع اختیار کئے تھے۔ سورہ بقرہ' نساء' مائدہ' حج اور نور تمام مسلمانوں کو سیکھنے کا لازمی حکم تھا۔ کیونکہ ان میں احکام اور فرائض مذکور ہیں۔ عمال کی طرف ایک سرکلر جاری کیا کہ جو لوگ قرآن مجید پڑھ چکے ہوں' انہیں مدینہ منورہ بھیج دیں اور ان کی تنخواہ مقرر کر

---

۱ ازالۃ الخفاء ج ۲:۲

۲ طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث ص ۱۸۱



دی جائے۔

خلیفۂ راشد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دینی طلباء کی حوصلہ افزائی کی اور ان کے وظائف اور تنخواہیں مقرر کیں۔ ان تدابیر سے قرآن مجید کی تعلیم نے بتدریج اس قدر وسعت حاصل کر لی کہ ایک مرتبہ خراج کا کچھ مال بچ گیا' تو امیر المومنینؓ نے سیدنا سعد بن وقاصؓ کو اجازت دی کہ طلبائے قرآنی میں تقسیم کر دیا جائے۔ دوسرے سال بھی یہ نوبت پیش آئی۔ تو حضرت سعد بن وقاصؓ نے لکھا ''گذشتہ سال صرف سات آدمی قرآنی تعلیمات حاصل کر رہے تھے' جب کہ اس سال ان کی تعداد ستر ہے۔

حضرت کنانہ عدوی بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ فوجی افسران کے نام حکمنامہ جاری کیا کہ اپنے اپنے لشکر کے حفاظِ قرآن کی مکمل فہرست میرے پاس بھیجیں۔ تاکہ ان کے وظائف میں اضافہ کیا جا سکے اور انہیں معلم بنا کر اطراف عالم میں بھیج کر دوسرے مسلمانوں کی تعلیم کا بندوبست کیا جا سکے۔ اس کے جواب میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ میری فوج میں تین سو سے زائد حفاظ موجود ہیں۔

خلیفہ راشد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسن تدبر' اعلیٰ انتظامات اور منبع رشد و ہدایت قرآن مجید کے ساتھ قلبی تعلق کا نتیجہ تھا کہ اس کی تعلیمات سے بے شمار مسلمانوں کو مالا مال کیا۔ وہ ان پڑھ اور بدوی قوم جسے علم کے ساتھ دور کا تعلق بھی نہیں تھا۔ خلیفہ موصوف کی جدوجہد سے وہ زیور تعلیم سے آراستہ ہوگئی۔

امیر المومنینؓ قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ صحت تلفظ کا بھی بہت زیادہ اہتمام کراتے تھے' ہر ایک مقام پر سختی کے ساتھ حکم دے رکھا تھا کہ قرآن مجید کے ساتھ صحت اعراب کی تعلیم بھی دی جائے اور جو شخص علم لغت کا ماہر نہ ہو اسے معلم کے عہدے پر تعینات نہ کیا جائے۔

بعد ازاں خلیفہ ثالث سیدنا عثمان ذی النورین اور خلیفہ رابع سیدنا علی المرتضیٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اس سلسلہ کو قائم رکھا چنانچہ امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں آذربائجان دوبارہ فتح ہوا' تو کچھ لوگ وہاں اشاعت دین کے لئے آباد کر دیئے گئے۔ ان کی اس کوشش کا یہ نتیجہ نکلا کہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت تک یہ لوگ مسلمان ہو کر قرآن مجید پڑھ چکے تھے اور خلیفہ رابع نے طلبائے قرآن کے وظائف دو دو ہزار مقرر کر دیئے تھے۔ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم تھا۔

**تعلموا اعراب القرآن کما تعلمون حفظه.**[1]

اور مسند دارمی میں ہے۔

**تعلموا الفرائض واللحن والسنن کما تعلموا القرآن.**[2]

قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ عربی ادب کی تعلیم بھی لازمی قرار دی تا کہ لوگ خود اعراب کی غلطی وصحت کی تمیز کر سکیں۔ مکاتب میں لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا اور بچوں کو شہسواری اور کتابت کی تعلیم کا فرمان خصوصیت کے ساتھ جاری کیا تھا۔ موصوف نے تمام ممالک مفتوحہ میں ہر جگہ قرآن مجید کے مدرسے جاری کرائے' معلم اور قاری مقرر کئے۔ ان کی تنخواہیں مقرر کیں۔ جو اس زمانہ کے حالات وضروریات کے لحاظ سے معقول تھیں۔ مثلاً مدینہ منورہ میں چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لئے جو مکتب تھے۔ ان کے معلمین کی تنخواہیں ۱۵۔۱۵ درہم ماہوار تھیں۔

خلیفہ راشد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام ممالک محروسہ میں جید علماء اور فقہا متعین کئے تا کہ لوگوں کو مذہبی مسائل واحکام کی تعلیم دیں۔ چنانچہ بصرہ میں دس فقہاء کو مامور کیا جن میں سیدنا عبداللہ بن مغفل اور سیدنا عمران بن الحصین جیسے جلیل القدر صحابی شامل تھے' شام فتح ہونے پر فقہی مسائل کی تعلیم کے لئے عبادہ بن صامتؓ ' معاذ بن جبلؓ اور ابو درداءؓ کو مقرر کیا اور سیدنا عبدالرحمٰن بن غنمؓ بھی اس

---

۱ کنزل العمال ج۱

۲ سنن دارمی کتاب الفرائض' باب فی تعلیم الفرائض ج ۲: ۲۴۷



منصب پر فائز کئے گئے تھے۔ جیسا کہ اسد الغابہ میں ہے کہ شام کے تمام تابعین کو انہی کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ اسی طرح سیدنا حبان بن ابی جبلة کو مصر میں فقہی تعلیم دینے کی خدمت تفویض فرمائی تھی۔

چونکہ اس وقت تک فقہی مسائل کتابی شکل میں مدون نہیں ہوئے تھے اس لئے فقہاء کا طریقہ تعلیم وتعلم یہ تھا کہ وہ مسجد کے صحن میں رونق افروز ہوتے اور شائقین علم بڑی کثرت سے ان کے گرد حلقہ نما ہوتے' پھر طلباء مسائل دریافت کرتے اور معلمین جواب دیتے تھے۔ ابو مسلم خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں حمص کی مسجد میں داخل ہوا' جہاں تیس جلیل القدر صحابہ تشریف فرما تھے اور مسائل کی تعلیم ہو رہی تھی جب کسی مسئلہ میں انہیں تردد ہوتا تو ایک نوجوان شخص کی طرف رجوع کرتے جوان مشکل مسائل کو حل کر دیتا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ نوجوان کون ہیں۔ تو بتایا گیا یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔ اسی طرح لیث بن سعد بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسجد میں تشریف لاتے تو ان کے ساتھ لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہوتا۔ اور وہ سب لوگ ان سے دینی مسائل واحکام سیکھنے والے ہوتے تھے۔

❋ ❋ ❋

# سیدنا عثمانؓ کا علمی فضل وکمال

خلیفہ ثالث امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تعلیم یافتہ صحابہ کے زمرہ میں شامل تھے جو اسلام سے پہلے نوشت وخواندہ سے بہرہ یاب تھے' اسلام کے بعد اس ملکہ میں اور بھی ترقی حاصل کر لی تھی۔ موصوف کی تحریر وکتابت میں مہارت ہی کے پیش نظر امام الانبیاء ﷺ نے کتابت وحی جیسے مقدس منصب پر مامور کیا تھا۔ جب کبھی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کو بلا کر لکھوایا کرتے تھے' سیدنا عثمانؓ خاص حاشیہ نشینانِ بساطِ نبوت میں تھے' اس لئے شیخین کی طرح آپ کی ذات بھی علم و عمل کا نمونہ تھی۔

مذہبی خدمات کے سلسلہ میں خلیفہ راشد سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاہکار کارنامہ مسلمانوں کو ایک قرأت اور ایک مصحف پر متحد کرنا اور قرآن پاک کو نومسلم قوموں کی تحریف سے محفوظ رکھنا ہے۔ اگرچہ کتابی شکل میں قرآن مجید کی تدوین خلیفہ ثانی امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ہو چکی تھی۔ لیکن اس کی اشاعت عام نہ ہوئی تھی۔ کلام اللہ کے بعض الفاظ کا املاء اور ان کا تلفظ مختلف طریقوں سے ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مختلف صحابہ املا اور تلفظ مختلف طریقوں سے کرتے تھے۔ لیکن اس سے معنی پر کوئی اثر نہ پڑتا۔ اس لئے صحابہ میں اس خفیف اختلاف کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ مثلاً **مالک یوم الدین** اور **ملک یوم الدین**. لیکن نومسلم عجمیوں میں جن کی مادری زبان عربی نہ تھی اس کی بڑی اہمیت ہو گئی۔ ہر مقام کے لوگ اپنی قرأت کو صحیح اور دوسرے کی قرأت کو غلط سمجھنے لگے۔

آرمینیہ اور آذربائیجان کے جہاد میں شام' مصر اور عراق وغیرہ مختلف ممالک کی فوجیں جمع تھیں۔ جن میں زیادہ تر نومسلم اور عجمی النسل تھے' جن کی مادری زبان



عربی نہ تھی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک جہاد تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ اختلاف قرأت کا یہ حال ہے کہ اہل شام کی قرأت' اہل عراق سے بالکل جداگانہ ہے۔ اسی طرح اہل بصرہ کی قرأت اہل کوفہ سے مختلف ہے۔ اور ہر ایک اپنے ملک کی قرأت صحیح اور دوسری کو غلط سمجھتا ہے۔ حضرت حذیفہؓ کو اس اختلاف سے اس قدر خلجان ہوا۔ کہ جہاد سے واپس ہوتے ہی بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے اور مفصل واقعات بیان کر کے کہا امیر المومنین اگر اس کی اصلاح کی جلد فکر نہ کی گئی اور اس کا تدارک نہ کیا گیا۔ تو بعید نہیں کہ مسلمان عیسائیوں اور رومیوں کی طرح خدا کی کتاب میں شدید اختلاف پیدا کر لیں۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فکر انگیز تجویز پر امیر المومنین نے عہد صدیقی کا مدون کیا ہوا قرآن مجید کا نسخہ جو ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس محفوظ تھا' منگوایا اور حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت سعید بن العاصؓ سے اس کی نقلیں کرا کے تمام ممالک میں اس کی اشاعت کرا دی۔ اور ان تمام مصاحف کو جنہیں لوگوں نے بطور خود مختلف املاؤں سے لکھا تھا۔ صفحۂ ہستی سے معدوم کر دیا۔ (صحیح بخاری کتاب ابواب فضائل القرآن' باب جمع القرآن ج۲:۷۴۶)

امیر المومنین کا یہ تابناک کارنامہ پوری امت پر احسان اعظم ہے اور یہ کارنامہ قیامت تک اپنی درخشندگی وتابندگی کے ساتھ زندہ جاوید رہے گا۔

اسی طرح امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم الفرائض یعنی علم تقسیم ترکہ میں بھی ماہر تھے۔ موصوف اور سیدنا زید بن ثابت نے اپنی مجتہدانہ قوت سے قرآن مجید میں مذکور ذوی الفروض اور بعض عصبات کو بنیاد بنا کر موجودہ علم الفرائض کی پرشکوہ عمارت قائم فرمائی۔ (کنز العمال ج۶:۳۷۲)

❋ ❋ ❋

# سیدنا علی المرتضیٰؓ کی علمی وجاہت

خلیفہ رابع امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچپن ہی سے دامن نبوت میں پرورش اور تعلیم و تربیت پائی۔ جوانی میں شرف مصاہرت سے سرفراز ہوئے اور وصال نبویؐ تک دامن دولت سے وابستہ رہے۔ ان خصوصیات کے ساتھ ساتھ آپ میں تحصیل علم وکسب کمال کی فطری صلاحیت اور اس کا ذوق تھا۔ اس لئے مکتب نبوت سے جو فیض آپ کو پہنچا وہ منفرد اور ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ قرآن، حدیث، تفسیر اور فقہ جملہ دینی علوم کا دریا تھے۔ آپ کی جلالت علمی مسلم ہے۔ زبان نبوت سے آپ کو

انا مدینۃ العلم و علی بابھا — میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں

کی اعزازی ڈگری عطا کی گئی۔

زور بیان، قوت استنباط، فصاحت و بلاغت اور شعر و خطابت میں عدیم المثال مقام حاصل تھا۔ آپ فیصلہ کن عقل کے مالک اور دور رس نگاہ رکھتے تھے۔ مشکل مسائل حل کرنے میں صحابہ اکثر آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

نوشت وخواند کی تعلیم بچپن میں حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ ظہور اسلام کے وقت جب کہ آپ کی عمر بہت کم تھی آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ حضور انور ﷺ کے مکاتیب وفرامین آپ کے دست مبارک کے تحریر کردہ بھی پائے جاتے ہیں۔ حدیبیہ کا صلح نامہ آپ ہی نے تحریر فرمایا تھا۔

خلیفہ راشد سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ کا شمار مفسرین کے اعلیٰ طبقہ میں ہوتا ہے۔ قرآنی علوم ومعارف سے حصہ وافر حاصل کیا۔ علم ناسخ ومنسوخ میں آپ کو کمال درجہ حاصل تھا۔ آیات کی تفسیر وتاویل میں بیشمار روایتیں آپ سے منقول ہیں۔ اگر



ان کا استقصا کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

آپ کے یادگار علمی کارناموں میں ''علم نحو'' کی ایجاد ہے، ایک مرتبہ کسی شخص کو قرآن مجید غلط پڑھتے سنا۔ جس سے خیال پیدا ہوا کہ کوئی ایسا قاعدہ بنا دیا جائے۔ جس سے اعراب میں غلطی واقع نہ ہونے پائے۔ چنانچہ ابوالاسود دولی کو چند قواعد کلیہ بتا کر اس فن کی تدوین پر مامور کیا۔ غرض آپ کو مذہبی علوم اور اس عہد کے تمام مروجہ فنون میں کمال حاصل تھا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوالاسود الدولی سے فرمایا:

تمہارے اس شہر میں ایک لحن اور لہجہ پایا جاتا ہے۔ جس میں تم لوگ آپس میں بات کرتے ہو۔ بنابریں علم نحو کے چند اصول وضوابط اور قواعد وضع کئے۔ جن کا انداز کچھ اس طرح کا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام عربی کلام تین قسم پر ہے۔ اسم، فعل، حرف۔ پھر ان کی تعریف اور توضیح بیان فرمائی اور فرمایا اس قسم کے اور بھی قواعد تلاش کرو۔

آپ نے فرمایا۔ جان لو! کہ چیزوں اور اسباب کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ ظاہر۔ پوشیدہ اور درمیانی۔

حضرت ابوالاسود نے قواعد کا ایک مجموعہ مرتب کرلیا۔ جن میں حروف نصب ہیں۔ اور اَنْ۔ لَیْتَ. لَعَلَّ. کَاَنَ اور لَمْ کا ذکر نہیں تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ بھی اس میں اضافہ کرو۔ اس کے امالی کبریٰ، صغریٰ اور وسطیٰ شائع ہو چکی ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب امت کے مختلف طبقات کے لوگ گھل مل گئے اور عربی زبان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہوا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے اصول مرتب کئے۔ حضرت ابوالاسد سے منقول ایک خط نضر بن شمیل کے پاس ایک جزدان میں محفوظ تھا جو ان کے انتقال کے بعد گم کر دیا گیا۔

## علم تصحیف:

علم تصحیف، علم بدیع کی اقسام میں سے ہے۔ یعنی ایک ہی لفظ کئی طریقہ سے لایا جائے کہ اسے دو طرح سے پڑھنے کا احتمال ہو۔ مثلاً بغیر نقطہ اور اعراب کے ایک جملہ یوں لکھا جائے۔

**کل عنب الکرم تعطیه**

اس کی تصحیف دو جملوں میں اس طرح ہوگی۔ پہلا جملہ

**کل عنب الکرم تعطیه** ہر انگور کا درخت انگور ہی دے گا۔

دوسرا جملہ

**کل عیب الکرم یغطیه** ہر سخاوت سخی کے عیب کو ڈھانک لیتی ہے۔

تمام علوم مستنبط کا نام رکھنا بھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علمی مہارت اور ان کی باریک بینی کا نتیجہ ہے۔ آپ نے علم نحو، علم کیمیا، علم اسطرلاب، علم اسرار الحروف، علم اسرار الحساب، علم تنجیم، علم الافاق، علم تعبیر، علم فرائض اور علم دقائق القسمة وغیرہ کے متعلق سب سے پہلے کلام کیا۔[1]

✲ ✲ ✲

۱ عہد نبوی کا اسلامی تمدن: ۳۵۲، ۳۵۳



# سیدنا زیدؓ بن ثابت کا علمی مقام

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی مقام بہت بلند تھا۔ علمی دنیا میں جو شہرت انہیں اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حاصل تھی اور جس قدر علوم و معارف میں مہارت اور رسوخ انہیں حاصل تھا۔ دوسرے صحابہ اس مرتبہ کو نہ پہنچ سکے۔ جتنی کثرت سے علماء اور طلباء ان سے استفادہ کرتے تھے کسی دوسرے صحابی کو یہ شرف حاصل نہ ہوسکا۔ دونوں علمی اعتبار سے سب پر فائق تھے۔ حضرت زیدؓ کو قرآن مجید کے ساتھ جو بے پناہ شغف تھا وہ اس واقعہ سے عیاں ہے کہ صرف گیارہ سال کی عمر میں جب حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں تو قرآن مجید کی سترہ سورتیں زبانی یاد تھیں۔ جب لوگ آپ کو محسن انسانیت ﷺ کی بارگاہ معارف پناہ میں لے گئے اور تعارف کے طور پر بتایا کہ یہ بنی نجار کے چشم و چراغ ہیں اور سترہ سورتیں حفظ کر چکے ہیں۔ یہ خوش آیند خبر سن کر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور زیدؓ سے قرآن سن کر بے حد تعجب ہوا۔[1]

جس شخص نے دوسری زبانوں میں چند دنوں میں کمال حاصل کر لیا تھا اس کا اسلامی علوم میں کتنا بلند مقام ہوگا، ایسے آدمی کو قرآن وسنت سے مسائل واحکام کے استباط میں کس قدر عمدہ دسترس ہوگی۔ حضرت زیدؓ فن قرأت کے ممتاز عالم تھے۔ امام شعبیؒ جو علامة التابعین تھے کہا کرتے تھے کہ زیدؓ فرائض کی طرح قرأت میں بھی تمام صحابہ سے فوقیت لے گئے تھے۔ ان کا سلسلہ قرأت دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ چونکہ قرأت قریش کے مطابق پڑھتے تھے اسی لئے مرجع خلائق بنے ہوتے تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرأ کے سردار سیدنا ابی بن کعب کے مقابلہ میں سیدنا زید کی قرأت کو ترجیح دیتے تھے، تمام عالم اسلام ان ہی کی طرف رجوع کرتا تھا۔ مدینہ

۱ مسند امام احمد ج ۵: ۱۸۶

منورہ میں حضرت زید کی ذات اقدس تمام اکناف واطراف کا قبلۂ حاجات بنی ہوئی تھی۔ یعنی علمی مشاورات میں سب ہی ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جس سلسلہ قرأت کو انہوں نے فروغ دیا تھا وہ چودہ سو برس گذر جانے کے باوجود قائم ودائم ہے۔[1]

سیدنا عبداللہ بن عباس' سیدنا ابوعبدالرحمٰن سلمی' سیدنا ابوالعالیہ ریاحی اور سیدنا ابوجعفر وغیرہ یہ سب ان کے شاگرد تھے۔ اور آج تک روئے زمین کی ستر کروڑ مسلم آبادی معنوی طور سے ان کے آستانہ فضل وکمال پر زانوئے تلمذ تہہ کرتی ہے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرائض دانی (علم میراث) کا سب سے بڑا ثبوت معلم اعظم ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔

**افرض هم زید بن ثابت.**[2] ان میں سب سے زیادہ میراث کا علم رکھنے والے زید بن ثابت ہیں۔

**افرض امتی زید بن ثابت.**[3] میری امت کے سب سے بڑے فرائض دان زید بن ثابت ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہزاروں کے مجمع میں خطبۂ جابیہ میں سیدنا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان الفاظ میں متعارف کرایا تھا۔

**من کان یرید ان یسال من الفرائض فلیات زید بن ثابت.** جسے فرائض کے مسائل دریافت کرنے ہوں وہ زید بن ثابت کے پاس جائے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ کے مشہور خطاط بھی تھے' فرامین' عہد نامے اور خطوط کے علاوہ نقشہ نویس بھی تھے۔ اسی طرح حساب میں بھی خاصی مہارت رکھتے تھے۔ حالانکہ عرب میں حساب کا مطلق رواج نہ تھا۔ اس لئے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں خراج کا حساب رومی یا ایرانی کرتے۔

---

۱ سیر صحابہ ج ۳: ۳۴۵، ۳۴۶

۲ مسند امام احمد ج ۳: ۲۸۱

۳ الاستیعاب تذکرہ زید بن ثابت



یوں تو سیدنا زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علمی فیض ہر وقت جاری رہتا تھا۔ تاہم اس کے لئے ایک وقت بھی مخصوص تھا اور مسجد نبوی میں' جو زیارت گاہ عام تھی۔ حضرت زید کا مکان بھی ملحق تھا۔ فتوی دینے کے لئے بیٹھتے تھے۔ مدینہ منورہ اسلام کا سرچشمۂ اصلی اور نبوت کا دارالقراء تھا۔ جو حضرت زید اور ان کے اصحاب کی بدولت علوم وفنون کا مرکز بنا رہا۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جلیل القدر کارناموں میں سے تدوین قرآن مجید بھی ہے۔ اور آپ کا امت پر یہ ناقابل فراموش احسان ہے۔ رحمت عالم ﷺ کی حیات مقدس میں قرآن مجید مسلمانوں کے دلوں میں' ہڈی' کھال' کھجور کی شاخوں اور پتھروں وغیرہ پر محفوظ تھا' صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت بھی حفظ قرآن کی نعمت غیر مترقبہ سے سرفراز ہو چکی تھی اور سیدنا زید بھی انہی حفاظ میں سے تھے۔

رحمت عالم ﷺ کے سانحۂ ارتحال کے بعد عرب کے کچھ بدنصیب لوگ مرتد ہو کر مسیلمۂ کذاب سے مل گئے تھے۔ جس نے یمامہ میں نبوت کا ڈھونگ رچا رکھا تھا۔ خلیفہ اول امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبوت کے ڈاکو کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے فوج کشی کی' مسیلمہ شکست کھا کر مارا گیا۔ لیکن اس غزوہ میں ستر جلیل القدر اور ممتاز حفاظ نے جام شہادت نوش کیا۔ اس حادثہ عظمی پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن مجید جمع کرنے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ انہوں نے امیر المومنین کی خدمت میں اپنے خدشات کا اظہار اس طرح کیا کہ اگر حفاظ کرام کی شہادت کا یہی سلسلہ جاری رہا تو مسلمان قرآن مجید کے بہت بڑے حصے سے محروم ہو جائیں گے۔ اس لئے قرآن مجید کو یکجا جمع کرنے کے انتظامات کرنا چاہئیں' تھوڑے سے تامل کے بعد امیر المومنین نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر کہا' آپ عقلمند اور جوان آدمی ہیں۔ آپ کی طرف سے سب کو اطمینان ہے۔ آپ حضور انور ﷺ کے کاتب وحی بھی ہیں۔ لہٰذا آپ ہی اس کام کی انجام دہی

کے لئے موزوں اور اہل ہیں۔

حضرت زید فرماتے ہیں کہ یہ کام مجھے پہاڑ سے بھی زیادہ گراں معلوم ہوتا تھا۔ میں نے دربار خلافت میں عرض کی کہ آپ ایسا کام کرنا چاہتے ہیں جسے حضور انور ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا یہ درست ہے لیکن کار خیر میں کیا مضائقہ؟ بالاخر حضرت صدیقؓ کے دل نشین تخاطب سے حضرت زیدؓ اس عظیم المرتبت خدمت کی انجام دہی پر امادہ ہو گئے۔[1]

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۷۵ صحابہ کرام کی ایک مجلس قائم کر دی جس کے سربراہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جن میں سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شامل تھے۔ اس طرح انتہائی محنت، جدوجہد، عرق ریزی اور خلوص کے ساتھ قرآن مجید جمع کرنے کا مقدس کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔[2]

***

۱ صحیح بخاری کتاب ابواب فضائل القرآن، باب جمع القرآن ج۱: ۷۴۵، مسند امام احمد ج۵: ۱۸۶

۲ مسند امام احمد ج۵: ۱۸۵ بحوالہ سیر صحابہ ج۳: ۳۳۷



## سیدنا ابو درداء کا علمی انہماک

سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ کا شمار علمائے اصحاب میں ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ انہیں عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ درس کے وقت تشنگانِ علم کا بڑا ہجوم رہتا تھا۔ مکان سے نکلتے تو طلبہ کا مجمع ساتھ چلتا تھا۔ طریقہ تعلیم یہ تھا کہ نماز فجر سے فارغ ہو کر جامع مسجد دمشق میں بیٹھ جاتے شاگردان کے گرد جمع ہو جاتے، وہ علمی سوالات کرتے اور موصوف جواب عنایت فرماتے تھے۔

سیدنا ابو درداءؓ اگرچہ فقہ اور حدیث میں بھی ممتاز مقام کے حامل تھے۔ لیکن ان کا اصل سرمایۂ افتخار قرآن مجید کا درس و تعلیم تھا۔ خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں شام میں قرآن مجید کی تعلیم و اشاعت کے لئے نامزد فرمایا تھا، موصوف دمشق کی جامع عمری میں درس قرآن دیتے تھے۔ جو قرآن کا عظیم الشان دار العلوم بن گیا تھا۔ ان کے زیرنگرانی بہت سے مدرسین بھی مصروف تعلیم و تعلم تھے اور طلبہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز تھی۔ دور دور سے لوگ آ کر شریک درس ہوتے تھے۔

نماز فجر کے بعد دس دس آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ جماعتیں بنا دیتے اور ہر جماعت ایک قاری کے زیرنگرانی ہوتی تھی۔ قاری قرآن پڑھاتے اور خود ٹہلتے جاتے اور پڑھنے والوں کی طرف کان لگائے رہتے تھے۔ جب کسی طالب علم کو پورا قرآن مجید حفظ ہو جاتا تو اسے خود اپنی شاگردی میں لے کر قرآنی علوم و معارف سے مستفید فرماتے، ایک مرتبہ طلباء کی تعداد شمار کرائی تو سولہ سو طالب العلم حلقہ درس میں موجود پائے گئے۔

اس دار القراء کے ممتاز اصحاب میں ابن عامر یحصبی۔ ام درداء صغریٰ۔ خلیفہ بن سعد، راشد ابن سعد اور خالد بن سعدان تھے۔[1]

۱ سیر صحابہ سیر انصار اول ص ۱۷۶

# سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی علمی شان

مدینہ منورہ کے علمی مراکز میں ''صفہ'' کے علاوہ چند اور ادارے بھی عالمی شہرت کے حامل تھے۔ جن میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ سیدنا ابی بن کعب' سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی درسگاہیں خاص کر قابل ذکر ہیں۔

اس بزم میں حرم نبویؐ کی ایک شمع عرفان پوری تابانی کے ساتھ فروزاں تھی۔ جسے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نور معرفت سے منور کر رکھا تھا۔ یہ عظیم الشان درسگاہ مسجد نبوی شریف کے ایک کونے میں حجرہ نبوی شریف اور زوجہ رسولؐ کے مسکن سے ملحق واقع تھی۔ اس دارالعلوم کے ارشد تلامذہ میں سیدنا عمر فاروق' سیدنا عثمان ذی النورین' سیدنا ابوموسیٰ القری' سیدنا ابوہریرہ' سیدنا عبداللہ بن عمر۔ سیدنا عبداللہ بن عباس' سیدنا عمرو بن العاص' سیدنا ابودرداء' سیدنا ابوسعید خدری' سیدنا عبداللہ بن زبیر' سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا براء بن عازب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔ مرد و زن اور خورد و کلاں سبھی اس شمع عرفان سے نور بصیرت حاصل کرتے تھے۔[۱]

عورتیں' لڑکے' بچے اور محرم مرد حجرہ کے اندر مجلس میں بیٹھتے۔ باقی لوگ مسجد میں بیٹھتے اور درمیان میں پردہ حائل ہوتا تھا۔ معلّمہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ پردہ کی اوٹ میں مسند فضیلت پر جلوہ افروز ہوتیں۔[۲] طلباء کی زبان' طرزِ ادا اور صحت تلفظ کی سخت نگرانی کرتیں۔ ایک مرتبہ آپ کے دو بھتیجے قاسم اور ابن ابی عتیق حاضر خدمت ہوئے'

---

۱ التراتیب الاداریہ ج۱:۵۳

۲ مسند امام احمد ج۶:۷۲



قاسم کی زبان صاف نہ تھی۔ اعراب میں غلطیاں کرتے تھے۔ معلّمہ موصوفہ نے انہیں ٹوکا اور کہا تم ایسی زبان کیوں نہیں بولتے' جیسی میرا یہ برادر زادہ بولتا ہے۔ میرا یہ وجدان ہے کہ تمہیں تمہاری والدہ نے اور اسے اس کی والدہ نے تعلیم دی ہے۔ قاسم کی والدہ کنیز تھیں۔[۱]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچوں کو زیور تعلیم سے نوازنے کی غرض سے انہیں اپنی آغوش تربیت میں لے لیتیں۔ اور ان سیدہ کے رشتہ داروں میں ان کے رضاعی بھائی عوف بن حارث' ان کی بہن ام کلثوم۔ ان کے بھتیجے قاسم و عبداللہ۔ ان کی بھتیجیاں حفصہ و اسماء بناتِ عبدالرحمٰن۔ ان کے بھانجے قاسم و عبداللہ پسران عبداللہ۔ ان کی بھانجی عائشہ بنت طلحہ اور ان کے بھانجوں کے پوتے عباد بن حبیب و عباد بن حمزہ انہی کے فیضانِ تعلیم سے مستفید ہوئے تھے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے۔ جن میں ۳۸ عورتیں بھی شامل تھیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علمی فضل و کمال میں یکتائے زمانہ تھیں۔ علوم و اسرار شریعت میں مہارت کا یہ عالم تھا کہ جلیل القدر صحابہ اور ممتاز تابعین کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے حدیث اور فقہ کا علم حاصل کیا بڑے بڑے نامور صحابہ مشکل مسائل کے حل کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کافی و شافی جوابات سے مستفید ہوتے تھے۔[۲]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

''ہمیں کبھی کوئی ایسا مشکل مسئلہ پیش نہیں آیا۔ جسے ہم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق معلومات نہ ملی ہوں۔''[۳]

---

۱ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ' باب الاخبثین

۲ تذکرۃ الحفاظ' تذکرہ عائشہ

۳ جامع ترمذی کتاب المناقب ذکر عائشہ ج۲:۲۲۷

تابعین کے سرخیل امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''عائشہ تمام لوگوں میں سے زیادہ عالم تھیں' جلیل القدر صحابہ بھی ان سے مسائل دریافت کرتے تھے' حضرت مسروق کا ارشاد بھی اس قول کی تصدیق وتوثیق کرتا ہے۔[1]

سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

**مارأیت احداً اعلم بالقرآن ولا بفریضة ولا بحلال والحرام ولا بفقه ولا بسعر ولا بطب ولا بحدث العرب ولانسب من عائشة.**[2]

میں نے قرآن' فرائض' حلال وحرام' فقہ' شاعری طب' عرب کی تاریخ اور نسب کا عالم عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

امام زہری فرماتے ہیں

**لوجمع علم الناس کلهم ثم علم ازواج النبی صلی الله علیه وسلم فکانت عائشة اوسعهم علما.**[3]

اگر تمام مردوں اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم وسیع تر ہوگا۔

ادبی حیثیت سے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت شیریں کلام اور فصیح اللسان تھیں حضرت ابوموسیٰ ابن طلحہ کا قول ہے۔

**مارأیت افصح من عائشة.**[4]

میں نے حضرت عائشہؓ سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔

---

[1] مستدرک حاکم ج۴:۱۱

[2] ایضاً' طبقات ابن سعد

[3] ایضاً

[4] ایضاً



تاریخ عرب میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ عرب جاہلیت کے حالات' واقعات ان کے رسم ورواج' ان کے انساب اور ان کے طرز معاشرت کے متعلق انہوں نے بعض ایسی ایسی باتیں بیان کی ہیں۔ جو دوسری جگہ نہیں مل سکتیں۔ اسی طرح اسلامی تاریخ کے بہت سے اہم واقعات ان سے منقول ہیں۔

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم الانساب اور شعر گوئی میں مہارت تامہ کے مالک تھے' اس بنا پر علم الانساب سے واقفیت اور شاعری کا ذوق سیدہ کو خاندانی ورثہ میں ملا تھا۔ پھر کاشانہ نبوت میں آنے سے کائنات نسوانی کے لئے مشعل راہ بن گئیں۔ قرآن مجید حفظ ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کی فہم وفراست کی مالک تھیں۔ انہیں اسرار شریعت' معرفت کلام الہٰی اور رموز احادیث نبوی سے کامل آگاہی حاصل تھی۔[1]

ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا جہاں بھی جلوہ افروز ہوتیں تشنگانِ علوم نبوت کا جم غفیر جمع ہو جاتا تھا۔ آپ ہر سال حج کو جاتی تھیں قیام منیٰ میں پروانگانِ شمع عرفاں جوق در جوق جمع ہو جاتے' دور دراز ممالک سے آنے والے حجاج آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوتے۔[2] اپنے مسائل پیش کرتے' اپنے شبہات کا ازالہ چاہتے جن کی تسلی اور تشفی کرائی جاتی تھی۔

✲ ✲ ✲

---

[1] ایضاً

[2] ابن سعد جز مدنیین' صحیح بخاری ج۱:۲۱۹

# حضرت ابی بن کعبؓ کا دارالتفسیر

تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کے سلسلہ کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے اور اسے مثالی دارالعلوم کی حیثیت دینے میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار انتہائی قابل ستائش اور لائق صد تحسین ہے۔ بیشتر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے دوسرے اسلامی ممالک و امصار کی جانب نقل مکانی پر مدنی زندگی کو ترجیح دی اور مدینہ باسکینہ میں رہ کر علوم و اسرار قرآنی کی شمعیں روشن کیں اور مسلمانوں کے قلوب کو مستفید کرتے رہے۔ اس طرح ایک عظیم الشان ''تفسیری دارالعلوم'' معرضِ وجود میں آیا۔ جو سیدنا ابی بن کعب کا شاہکار علمی کارنامہ تھا۔ جس کی ضیا گستریوں سے کثیر تعداد میں مشاہیر صحابہ اور ممتاز تابعین فیض یاب ہوئے۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ سعید کا ایک ایک لمحہ علم کے لئے وقف تھا۔ عین اس وقت جب مدینہ میں مہاجرین و انصار سے تجارت اور زراعت کا بازار گرم رہتا تھا۔ حضرت ابی مسجد نبوی میں نبوت کے علمی جواہر پاروں سے اپنے علوم و فنون کی دوکان سجاتے تھے۔ قرآن فہمی اور حفظ و قرأۃ میں مہاجرین و انصار میں ان کی فوقیت مسلم تھی۔ علوم اسلامیہ کے علاوہ کتب قدیمہ کی بھی پوری مہارت رکھتے تھے۔ تورات و انجیل کے جید عالم تھے۔ اس علمی جلالت شان کی بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی تعظیم اور پاس و لحاظ کرتے تھے۔ اگر کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہوتا تو خود ان کے گھر جا کر پوچھتے تھے۔

سیدنا ابی بن کعب کا فضل و کمال صرف خرمنِ نبوت کا خوشہ چیں تھا۔ صحابہ کرام میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو حضور اقدس ﷺ کے بعد کسب علم سے بے نیاز رہا ہو۔ صرف ابی بن کعب کی شخصیت اس



سے مستغنی تھی۔ سیدنا ابی اگرچہ مختلف علوم و فنون کے جامع تھے۔ لیکن جن فنون میں انہیں امامت اور اجتہاد کا منصب حاصل تھا۔ وہ قرآن، تفسیر، شانِ نزول، ناسخ و منسوخ، حدیث اور فقہ تھے۔

سیدنا ابی کا خاص فن قرأت ہے۔ اس فن میں انہیں اتنا کمال تھا کہ خود صاحب قرآن ﷺ نے ان کی تعریف و توصیف فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

**واقرأهم ابی بن کعب**[۱] — صحابہ میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔

اسی کی یاد تازہ کرتے ہوئے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کے مشہور سفر کے دوران مقام جابیہ کے خطبہ میں فرمایا تھا۔

**من اراد القرآن فلیات ابیا**[۲] — جسے قرآنی علوم سیکھنے کا ذوق ہو وہ ابی کے پاس آئے۔

فن قرأت میں جو مقام انہیں حاصل تھا۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے، کہ خود حاملِ نبوت ان سے قرآن کا دور فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جس سال آپ کا سانحۂ ارتحال رونما ہوا، حضرت ابی کو قرآن مجید سنایا اور فرمایا مجھے جبرئیل نے کہا تھا کہ ابی کو قرآن سنا دیجئے۔

سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں جب قرآن مجید کو جمع کیا گیا تو اس میں منسوخ شدہ آیات کا خاص خیال رکھا گیا۔ جس کے نتیجہ میں حضرت ابی کی قرأت نے بہت جلد قبول عام کی سند حاصل کر لی۔ اور تمام ممالک اسلامیہ جن کی وسعت مغرب سے مشرق تک تھی، حضرت ابی کی قرأت پر مجتمع ہو گئے۔

سیدنا ابی کے دو مایۂ ناز شاگرد حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس فن میں مرجع انام تھے۔ قراء سبعہ میں سے حضرت نافع بن عبدالرحمٰن،

---

۱ الاستیعاب ترجمہ ابی بن کعب

۲ مسند امام احمد ج ۵:۱۲۳

ابورویم مدنی' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ سے اور عبداللہ بن کثیر مکی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے واسطہ سے حضرت ابی کعب کے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔

سیدنا ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ''دارالقراء'' مرکزی حیثیت کا حامل تھا۔ عرب و عجم' روم وشام اور دیگر صوبہ جات اسلامیہ سے طلبہ کشاں کشاں مدینہ منورہ آتے اور ان کی درس گاہ قرأت سے فیض یاب ہوتے تھے۔

طلبہ کے علاوہ بعض اکابر صحابہ دور دراز مقامات سے شائقین علوم قرآن کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ تشریف لاتے اور حضرت ابی سے استفادہ کرتے تھے۔ خلیفہ راشد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام میں قرآنی علوم کی تدریس کے لئے تعینات تھے' لیکن وہ بھی حضرت ابی کی قرأت سے مستغنی نہ تھے۔ عہد فاروقی میں شامیوں کی ایک جماعت ساتھ لے کر حضرت ابی کے دارالعلوم میں قیام پذیر ہوئے خود بھی فن قراۃ سے بہرہ یاب ہوئے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس فن کی عظمت سے مالا مال کرایا۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے باشندوں کو قرآنی علوم سے مستفید کرنے میں چنداں دشواری پیش نہ آتی تھی۔ لیکن اعراب اور بدوی یا دیگر ممالک کے باشندوں کو جن سے حروف کی ادائیگی صاف نہ ہوسکتی تھی۔ انہیں پڑھانا نہایت مشکل کام تھا۔ لیکن حضرت ابی حکمت عملی سے اس مشکل کو بھی آسان کر لیتے تھے۔

سیدنا ابی کے اوقاتِ درس اگرچہ متعین تھے' تاہم ان وقتوں کے علاوہ بھی باب فیض مسدود نہ ہوتا تھا۔ جب مسجد نبوی میں نماز کو تشریف لاتے' اس وقت بھی اگر کوئی شخص علمی استفادہ کرنا چاہتا' تو خندہ پیشانی سے اس کی تسلی وتشفی فرماتے۔ آپ کے حلقۂ تعلیم میں تابعین سے کہیں زیادہ صحابہ کرام کا مجمع ہوتا تھا۔ سیدنا فاروق اعظم' سیدنا ابوایوب انصاری' سیدنا عبادہ بن صامت' سیدنا ابوہریرہ' سیدنا ابوموسیٰ اشعری' سیدنا انس بن مالک' سیدنا عبداللہ بن عباس' سیدنا سہل بن سعد اور سیدنا سلیمان ان کے حلقۂ میں شاگردی کا زانوئے ادب تہہ کرتے اور علم حدیث میں استفادہ کرتے



تھے۔ اس چشمۂ صافی سے سیراب ہونے والے فضلاء کو ایسی لازوال شہرت نصیب ہوئی کہ آج تک دینی امور میں انہیں حجت تسلیم کیا جاتا ہے۔

❋ ❋ ❋

# سیدنا معاذ بن جبلؓ کی علمی عظمت

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حصولِ علم کا فطری شوق، طبعی ذکاوت و ذہانت اور معلم نبوتؐ کا ایسے جوہر قابل اور مستند طالب علم کی طرف جوش التفات و عنایت خاص نے فضل وکمال کے بلند ترین منصب پر فائز کر دیا تھا۔ رحمت عالم ﷺ کی ہر مجلس تعلیم وتربیت کی ایک درسگاہ ہوتی تھی۔ انہیں اکثر اوقات اس سے استفادہ کا موقع حاصل ہوتا تھا، بسا اوقات محبوب آقا ﷺ کے ساتھ تخلیہ نصیب ہونا، ایسے خاص اوقات میں حضورؐ انہیں مختلف مسائل تعلیم فرماتے۔ بنابریں قرآن، حدیث اور فقہ میں اس قدر مہارت حاصل تھی کہ خود حامل قرآن ﷺ یوں نے مدح سرائی فرمائی۔ جس نے قرآن کے علوم و معارف حاصل کرنے ہوں وہ چار بزرگوں کی طرف رجوع کرے۔ جن میں سیدنا معاذ بھی شامل تھے۔

سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار جلیل القدر فقہاء میں ہوتا تھا اور اس اعزاز پر وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے کہ ان کے فقیہہ ہونے کی شہادت معلم اعظم ﷺ نے دی۔

**اعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل**[1] ہمارے صحابہ میں حلال اور حرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبل ہیں۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا اعتراف ان الفاظ میں کیا تھا۔

**لولا معاذ لهلك عمرؓ** اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

اور موصوف کے رتبہ اجتہاد و درجہ استنباط کی تائید میں حضرت فاروق نے جابیہ کے مشہور خطبہ میں فرمایا تھا۔

---

۱؎ مسند امام احمد ج ۳: ۱۸۴



'' جسے فقہ سیکھنا ہو۔ وہ معاذ بن جبل کی خدمت میں جائے۔''

تحصیل علوم میں جدوجہد اور مسائل میں غور وخوض کا دشوار گذار مرحلہ جب طے ہوا۔ تو منزلِ مقصود سامنے تھی۔ یعنی حضور اقدس ﷺ کے فیض تربیت سے وہ فقیہہ، امام، مجتہد اور معلم ہمہ صفت موصوف بن چکے تھے اور آپؐ کے زمانہ مبارک ہی میں مسند ارشاد پر متمکن ہو گئے تھے۔ چنانچہ ۸ ہجری میں مکہ مکرمہ فتح ہوا تو حضور اقدس ﷺ نے انہیں مکہ میں لوگوں کو فقہ اور سنت کی تعلیم دینے پر تعینات کر دیا تھا۔

۹ ہجری میں والی یمن بنا کر بھیجا تو فصل قضایا کے علاوہ اہل یمن کو تعلیم دینے کی خدمت بھی سپرد فرمائی، خلیفہ اول سیدنا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بھی منصب افتاء پر سرفراز تھے۔ خلیفہ ثانی سیدنا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں اہل شام کو تعلیم کی ضرورت تھی۔ یزید بن ابوسفیان والئ شام نے امیر المومنین کو لکھا کہ کچھ معلم یہاں بھیجیں جو لوگوں کو تعلیم دیں۔ حضرت فاروقؓ نے حضرت معاذ وغیرہ کو بلایا اور شام جانے کی ہدایت کی۔ چنانچہ حضرت معاذ نے فلسطین میں سکونت اختیار کی اور تعلیم میں مشغول ہو گئے۔ تمام ملک شام میں صرف دو صحابی علوم وفنون میں لوگوں کے ملجا و ماوی تھے۔ جن میں ایک حضرت معاذ تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سکونت اگرچہ علاقہ فلسطین میں محدود تھی لیکن اشاعت علوم کا دائرہ غیر محدود تھا جو فلسطین سے متجاوز ہو کر دمشق اور حمص تک ضیاء پاشی کر رہا تھا۔ حضرت ابو ادریس خولائی ایک مرتبہ جامعہ دمشق میں گئے تو وہاں ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھا۔ جس کے گرد لوگ جمع ہیں۔ جب کسی مسئلہ میں انہیں اختلاف ہوتا تو اس کی طرف رجوع کرتے اور وہ انہیں تسلی بخش جواب دیتا۔ ان کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ نوجوان سیدنا معاذ بن جبلؓ ہیں۔[1]

حضرت ابومسلم خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے جامعہ حمص میں ایک حلقہ تعلیم دیکھا۔ جس میں ۳۲ صحابہ کرام تشریف فرما ہیں۔ اور سب سن کہولت کو پہنچ چکے

---

۱؎ مسند امام احمد ج ۵: ۲۳۳

ہیں۔ ان میں ایک نوجوان بھی ہے۔ جب کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہوتا۔ تو اس نوجوان سے فیصلہ کراتے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ نوجوان سیدنا معاذ ہیں۔[۲]

اسی طرح حضرت معاذ کے درس وافادہ کا سلسلہ حمص تک وسیع تھا۔ شہروں کی جامع مسجدیں درسگاہ کا کام دیتی تھیں۔ وہ مختلف شہروں کا دورہ کرتے اور جہاں جاتے فیض وبرکت کا سرچشمہ جاری ہو جاتا تھا۔

✵ ✵ ✵

مسند امام احمد ج ۵: ۲۳۷



# سیدنا ابن مسعودؓ کا مبلغ علم

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ان شہرہ آفاق صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ جو علم وفضل میں تمام دنیائے اسلام کے امام تسلیم کئے جاتے ہیں۔ موصوف ابتدا ہی سے علم کے شائق تھے۔ حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہی معلم اعظم ﷺ سے عرض کی۔ یارسول اللہ! مجھے تعلیم دیجئے آپ نے شفقت سے ان کے سر پر دست مبارک پھیر کر بشارت سنائی۔

**اِنَّکَ غُلَامٌ معلَّمٌ**[۱]    تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو۔

اسی روز سے وہ معلم دین متین کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہوئے اور بلاواسطہ خود مہبط وحی والہام سے ستر سورتوں کی تعلیم حاصل کی جن میں کوئی ان کا شریک وسہیم نہ تھا۔[۲]

اسی شوق کا اثر تھا کہ شب وروز سرچشمۂ علم سے مستفیض ہوتے۔ خلوت، جلوت، سفر، حضر، غرض ہر موقع پر ساقی معرفت کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ لیکن طلب صادق کی پیاس نہ بجھنے پاتی تھی۔ قرآنی علوم ومعارف کے بلند پایۂ عالم تھے۔ قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت نہ تھی جس کے متعلق وہ نہ جانتے ہوں کہ کب، کہاں اور کس بارہ میں اتری ہے۔ حضرت موصوف خود فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کا مجھ سے زیادہ عالم ہوتا تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے سفر کر کے جاتا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان افاضل صحابہ میں سے ہیں جو فقہ کے موسس اور بانی سمجھے جاتے ہیں۔ موصوف جب کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے تو ساتھ ہی تعلیم دین کی خدمت بھی سپرد ہوئی تھی۔ بنابریں انہیں ایک حلقہ درس قائم کرنا پڑا۔ اور عام مسلمانوں میں مسائل فقہ اور اپنے اجتہادات کی ترویج واشاعت کا نہایت موثر

۱ مسند امام احمد ج ۱: ۳۷۹، ۴۶۲

موقع ہاتھ آیا۔ اس طرح تمام خطۂ عراق فقہ میں سیدنا ابن مسعود کا پیروکار بن گیا اور ان کے دارالعلوم سے بڑے بڑے اہل کمال سند فضیلت لے کر نکلے۔

قرآن' حدیث' اجماع اور قیاس فقہ اسلامی کی عمارت کے چار ستون ہیں۔ اور یہی اصول فقہ کے موضوع فن بھی ہیں۔ کوفہ میں با قاعدہ قرآن' حدیث اور فقہ کی تعلیم میں مصروف رہے۔ ان کی درسگاہ میں شاگردوں کا بڑا مجمع رہتا تھا۔ سفر میں بھی طلباء کی ایک جماعت ہم رقاب رہتی تھی۔ حضرت علقمہ' حضرت اسود' حضرت مسروق' حضرت عبیدہ حارث' حضرت قاضی شریح اور ابووائل جیسے زعماء شاگردوں میں شامل تھے۔

سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کوفہ میں جو شمع علم وعرفان فروزاں کی تھی۔ اس کی ضوء فشانی کو امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اجلہ شاگردوں نے جہار دانگ عالم تک پھیلا دیا۔ سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود نے جس گلشن علم وحکمت کی کوفہ میں داغ بیل ڈالی تھی۔ امام الائمہ نعمان بن ثابت اور ان کے ارشد تلامذہ نے اسے خون جگر سے پروان چڑھایا اور حنفیت کی سرمدی بہاروں سے گلزار بنا دیا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود نے فقہ واجتہاد کی جو سنہری بنیادیں رکھی تھیں۔ امام الائمہ امام اعظم اوران کے شاگردانِ رشید نے ان پر حنفیت کی ایسی پرشکوہ عمارت تعمیر کی جو انشاء اللہ تا ابد درخشندہ وتابندہ رہے گی۔

❋ ❋ ❋



# سیدنا ابوہریرہ کی علمی جلالت قدر

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں' جو علم حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہیں۔ آپ بالاتفاق صحابہ کرام کی جماعت میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ محسن انسانیت ﷺ کا ارشاد ہے ''ابوہریرہ علم کا ظرف ہیں۔''[1]

حضرت ابوہریرہ کو علم کی بے حد جستجو تھی۔ ان کا ذوقِ علم حرص کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ جس طرح وہ خود علم کے شائق تھے' ان کی آرزو تھی کہ ہر مسلمان کے دل میں طلب علم کا یہی جذبہ پیدا ہو جائے۔ حدیث کی تلاش وجستجو نے انہیں حدیث کا بحر بے کراں بنا دیا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ جو خود بھی بہت بڑے حافظ حدیث تھے۔ فرماتے تھے کہ ''ابوہریرہ ہم سب سے زیادہ حدیث کے جاننے والے ہیں۔''[2]

ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمروؓ کے سوا تمام صحابہ سے زیادہ احادیث کو جاننے والا اس لئے وہ احادیث لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (ترمذی ج ۲:۲۲۳ باب مناقب)

امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ اپنے ہمعصر حفاظ میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔[3]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ محسن انسانیت ﷺ کی بارگاہ میں نسیانِ حدیث کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: چادر پھیلاؤ۔ انہوں نے چادر پھیلا دی۔ آپؐ نے اس میں دست مبارک ڈالے۔ پھر فرمایا اسے سینہ سے لگاؤ۔ کہتے ہیں

---

۱ تذکرۃ الحفاظ

۲ مستدرک حاکم ج ۳: ۵۱۰

۳ تذکرۃ الحفاظ' ترجمہ ابوہریرہ

کہ اس کے بعد سے میں پھر کبھی نہ بھولا۔[1]

خداوند قدوس نے جس فیاضی سے علم کی دولت انہیں عطا کی۔ اسی فیاضی سے آپ نے اسے مسلمانوں کے لئے وقف عام کیا۔ چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے' جہاں بھی کچھ مسلمان مل جاتے' انہیں اقوال نبوی ﷺ پہنچا دیتے۔ جمعہ کے دن' نماز سے قبل کا وقت حدیث شریف کی تعلیم کے لئے مخصوص تھا۔ چنانچہ جمعہ کو نماز سے پہلے لوگوں کو حدیث کا درس دیتے تھے اور یہ سلسلہ تعلیم اس وقت تک جاری رہتا جب تک امام صاحب جمعہ کے لئے تشریف نہ لے آتے۔[2]

آپ کے دامن کمال میں جس قدر علمی جواہر تھے۔ سب عام مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے۔ عربی مادری زبان تھی۔ اس کے علاوہ فارسی میں بھی مہارت حاصل تھی۔ ایک مرتبہ ایک ایرانی عورت استغاثہ لے کر آئی کہ شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور لڑکا لینا چاہتا ہے وہ عورت فارسی میں گفتگو کرتی تھی اور حضرت ابو ہریرہ اسی زبان میں جواب دیتے تھے۔ (الاصابہ ج۴:      )

اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب سے بھی بھرپور واقفیت رکھتے تھے۔ تورات کے مسائل میں اچھی دست رس تھی' لکھنے میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے۔ احادیث نبوی کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ ان کے علم وعرفان کی بارش سے ہر خاص وعام سیراب ہوتا تھا۔

❋❋❋

---

۱ الاصابہ ج۴: ۲۰۷ تذکرہ ابو ہریرہ

۲ مستدرک حاکم ج۳: ۳۱۲



# سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی شانِ رفیع

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محسن کائنات ﷺ کی محبت' آپ کی بارگاہ معارف پناہ کی دائمی حاضر باشی سفر' وحضر کی ہم رکابی۔ فاروق اعظمؓ کی تعلیم و تربیت اور خود ان کی تلاش وجستجو نے مذہبی علوم کا سمندر بنا دیا تھا۔ قرآن' تفسیر' حدیث' فقہ وغیرہ تمام مذہبی علوم کا بحر بے کراں تھے۔ موصوف کا شمار علمائے مدینہ منورہ کے اس زمرہ میں ہوتا تھا جو علم وعمل کے مجمع البحرین سمجھے جاتے تھے۔[1]

تلاوت قرآن کے ساتھ غیر معمولی شغف تھا۔ اس کی سورت وآیات پر فکر و تدبر میں عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ صرف کیا۔ صرف سورۂ بقرہ کے اسرار ومعارف حاصل کرنے پر ۱۴ برس صرف کئے۔[2] اس غیر معمولی شغف نے آپ میں قرآن کی تفسیر و تاویل کا بے پناہ ملکہ پیدا کر دیا تھا۔ فہم قرآن کا ملکہ عنفوانِ شباب ہی میں پیدا ہو گیا تھا۔ اکابر صحابہ کی معیت میں حضور انور ﷺ کی علمی مجالس میں شریک ہوتے تھے۔

سیدنا ابن عمرؓ کا شمار اساطین حفاظ حدیث میں ہوتا ہے۔ ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۱۶۳۰ بتائی جاتی ہے۔ حدیث نبوی کا اتنا شوق اور اس قدر جستجو تھی کہ اپنی غیر حاضری کے اوقات میں صادر ہونے والے اقوال وافعال نبویؐ ان صحابہ سے پوچھ لیتے جو آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ اور پھر انہیں یاد کر لیتے تھے۔[3]

حضرت موصوف کے علم سے ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمان سیراب ہوئے' ان کی ذات سے حدیث کا وافر حصہ اشاعت پذیر ہوا۔ مدینہ منورہ میں آپ کا مستقل

---

۱ تذکرۃ الحفاظ ج۱: ۵۱

۲ موطا امام مالک

۳ الاصابہ ج۴

حلقہ درس قائم تھا۔ علاوہ ازیں اشاعت دین کا سب سے بہترین موقع حج کا تھا، جس میں تمام ممالک اسلامیہ کے مسلمان جمع ہوتے تھے۔ چنانچہ اس موقع سے آپ بھرپور فائدہ اٹھاتے اور احادیث کی اشاعت مشرق سے مغرب تک کے مسلمانوں میں ہو جاتی تھی۔

خود آپ کی ذاتِ گرامی اوصافِ نبویؐ کی ایسی زندہ تصویر اور ایسا جامع مرقع تھی، جو سینکڑوں درس اور ہزاروں تلقینات سے زیادہ کار آمد تھی۔ جس کا ایک نظر دیکھ لینا اور چند ساعت صحبت اٹھا لینا برسوں کے درس و تدریس کے برابر ہوتا تھا۔ آپ کے صحیفۂ زندگی میں تمام احادیث عملاً بعنوان جلی مرقوم تھیں۔

❋ ❋ ❋



# سیدنا جابر بن عبداللہؓ کا علمی ولولہ

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ خزرج کے چشم و چراغ تھے۔ ۱۸ یا ۱۹ سال کی عمر میں عقبہ ثانیہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے والد ماجد کو بنو حرام کے نقیب ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

تحصیل علم کی ابتداء سرچشمۂ وحی سے ہوئی۔ لیکن تربیت یافتگانِ نبوت میں جو لوگ علوم وفنون کے مرکز تھے، ان کے حلقوں سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا ابوعبیدہؓ، سیدنا طلحہؓ، سیدنا معاذ بن جبلؓ، سیدنا عمارؓ، سیدنا خالد بن ولیدؓ، سیدنا ابوہریرہ بن نیارؓ، سیدنا ابوقتادہؓ، سیدنا ابوہریرہؓ، سیدنا ابوسعید خدریؓ، سیدنا ابوحمید ساعدیؓ، سیدنا عبداللہ بن انیسؓ، سیدہ ام شریکؓ، سیدہ ام مبشرؓ، سیدہ ام کلثوم بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب اِن کے اساتذہ میں داخل ہیں۔[1]

حدیث طیبہ کے درہائے گراں مایہ کے حصول کا اس قدر شوق تھا کہ ایک ایک حدیث سننے کے لئے مہینوں کی جاں گداز مسافت کا سفر طے کرتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن انیس کے پاس ایک حدیث تھی اور وہ ملک شام میں اقامت پذیر تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا، تو ایک اونٹ خرید کر دور دراز کا یہ سفر طے کیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے وہ حدیث جو آپ کے سینۂ علم گنجینہ میں محفوظ ہے، بیان کیجئے، میں نے اس لئے عجلت کی کہ شاید میرا چراغ زندگی گل ہو جائے اور حدیث کے اس انمول موتی کو حاصل کرنے سے محروم رہ جاؤں۔[2] یوں ہی سیدنا مسلمہ بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر مصر کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث سننے کی

---

۱ سیر صحابہ ج ۳: ۲۶۲

۲ ادب المفرد

غرض سے مصر کا سفر کیا اور موصوف سے حدیث کی اجازت حاصل کی۔ اس سفر کا تذکرہ طبرانی میں موجود ہے۔

تحصیل علم کے بعد مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے' سب سے عظیم دار العلوم مدینہ طیبہ ہی تھا۔ وہاں ہی آپ نے حلقۂ درس مسجد نبویؐ شریف میں قائم فرمایا' شائقین علوم مقامات بعیدہ سے پروانہ وار آتے تھے۔ مکہ معظمہ' مدینہ منورہ' یمن' کوفہ بصرہ اور مصر میں ان کا دریائے فیض رواں دواں تھا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| کان لجابر بن عبداللہ حلقه فی المسجد النبوی یوخذ عنه العلم۔[1] | حضرت جابر بن عبداللہ کا حلقہ درس مسجد نبوی میں تھا اور لوگ ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ |

حدیث ان کی تمام کوششوں اور کاوشوں کی جولانگاہ تھی۔ اشاعت وترویج حدیث ان کی زندگی کا اہم ترین مقصد تھا۔ فقہ بھی ان کی علمی موشگافیوں کا مظہر ہے۔ مرویات حدیث ۵۴۰ تک پہنچتی ہیں۔

تلامذہ حدیث کا شمار طوالت سے خالی نہیں۔ تابعین کا ہر طبقہ ان کے خرمن فیض کا خوشہ چین ہے۔ جلیل القدر شاگردوں میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت امام باقر' محمد بن منکدر' سعد بن مینا' سعید ابی بلال' عاصم بن عمر بن قتادہ' محمد بن عمر' حسن بن محمد حنفیہ وغیرھم۔[2]

✻ ✻ ✻

۱ حسن المحاضرہ ج۱:۱۷۸

۲ سیر صحابہ ج۳:۲۶۴



# عبادہؓ بن صامت کی تدریسی خدمات

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ خزرج کے خاندان سالم سے ہیں۔ ابھی عنفوان شباب تھا کہ مکہ معظمہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی۔ جن خوش نصیب لوگوں نے اس کی پہلی آواز کو رغبت کے کانوں سے سنا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی میں سے ہیں۔ انصار کے تین وفد ۳ سال تک مدینہ سے مکہ معظمہ آئے تھے وہ ان سب میں شامل تھے۔ دس افراد پر مشتمل پہلی جماعت کے رکن بھی تھے' چھ آدمیوں کے ساتھ رحمت عالم ﷺ کی بیعت سے مشرف ہوئے تھے ارباب علم کی ایک جماعت کا یہی خیال ہے۔[1]

اگرچہ کثرت رائے ان کے اسلام قبول کرنے کو دوسری بیعت تک موقوف سمجھتی ہے۔ جس میں بارہ حضرات نے دین اسلام قبول کیا تھا۔ تیسری جماعت ۷۲ اشخاص پر مشتمل تھی۔ حضرت عبادہؓ نے اس میں بھی شرکت فرمائی تھی۔[2]

موصوف فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ قرأت ان کا خاص فن تھا۔ انہوں نے معلم انسانیت ﷺ کی مبارک زندگی میں پورا قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ اسلام کا پہلا مدرسۂ قرأت جو عہد نبوت میں اصحاب صفہ کے لئے قائم ہوا' انہی کے زیر ریاست تھا۔ اہل صفہ جو صحابہ کبار تھے' ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہاں تعلیم قرآن کے ساتھ لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ چنانچہ بہت سے لوگ حضرت عبادہؓ سے فن قرأت اور کتابت سیکھ کر فارغ ہوئے تھے۔[3]

۱ فتح الباری ج۷

۲ مسند امام احمد ج۵:۲۳۲' صحیح بخاری ج۱:۵۵۰

۳ ایضاً:۳۲۴

موصوف کا بیان ہے۔

علمت ناسا من اهل الصفة القرآن والكتاب فاهدى الى رجل منهم قوسا[۱]

میں نے اصحاب صفہ میں سے کچھ حضرات کو قرآن اور لکھنے کی تعلیم دی، ان میں سے ایک صاحب نے مجھے ایک کمان ہدیۃً بھیجی۔

مسند کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص مہاجر تھا اور حضرت عبادہؓ ہی کے گھر قیام پذیر تھا۔ جب اپنے وطن واپس گیا تو ایک عمدہ کمان تحفۃً بھیجی لیکن نبی کریم ﷺ نے اس کے قبول کرنے سے حضرت عبادہؓ کو منع فرما دیا تھا۔[۲]

عہدنبویؐ کے بعد جو شام مسلمانوں کے زیرنگیں آیا تو وہاں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کی ضرورت پیش آئی جس کے لئے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر انتخاب حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی، ان کی معیت میں سیدنا ابو درداء اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی روانہ کیا۔ حضرت عبادہؓ پہلے حمص میں اقامت گزیں ہوئے اور بعد میں فلسطین کو اپنا مستقر بنا کر علم و ادب کا چشمہ جاری فرمایا۔ جب کہ سیدنا ابو درداءؓ نے دمشق میں قیام فرمایا اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فلسطین میں اقامت اختیار کی۔[۳]

اشاعت حدیث کا خاص اہتمام تھا۔ مجامع وعظ، مجالس علم، نجی صحبتیں، ہر جگہ یہ ایمان افروز صدا گونجتی تھی۔ اگر کبھی غیر مذہب کے عبادت خانہ میں جانا ہوا تو وہاں بھی حضور انور ﷺ کا کلام مقدس مجمع کے گوش گذار کرتے تھے۔[۴]

بہت بڑی تعداد میں صحابہ اور تابعین اس مخزنِ علم سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۱۸۱ بیان کی جاتی ہے۔

---

۱ سنن ابوداؤد کتاب البیوع، باب فی کسب العلم

۲ مسند امام احمد ج ۵: ۳۲۴

۳ اسد الغابہ تذکرہ عبادہ بن صامت

۴ مسند امام احمد ج ۵: ۳۱۹



# سیدنا عمرو بن العاص کا علمی ذوق

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نامور سپہ سالار اور حرب وضرب کے شاہسوار تھے، موصوف کی زندگی کا بیشتر حصہ میدان جنگ میں گذرا۔ بنا بریں سر چشمۂ علم وعرفان سے فائدہ اٹھانے کا بھرپور موقع نہ ملا۔ تاہم علم کی دولت سے بالکل تہی دامن نہ تھے۔ جنگی مصروفیات کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر رہنے کے مواقع کم میسر آئے لیکن جو لمحات میسر آئے انہیں غنیمت جانا اور ان میں خوشہ چینی کی سعادت حاصل کی۔ احادیث نبوی ﷺ کی خاصی تعداد اپنے دامن عرفاں میں سمیٹ لی۔

ترویج علوم کا اس قدر ذوق تھا کہ جنگی مصروفیات کے باوصف جنگی مقامات پر بھی تعلیم وتلقین کا فریضہ انجام دیتے رہتے تھے۔ چنانچہ سریہ ذات السلاسل میں فتح و کامرانی سے سرفراز ہونے کے بعد وہیں اقامت اختیار کر کے نومسلموں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرتے رہے۔

ادب وانشاء میں ذوق سلیم پایا تھا۔ اپنے عہد کے مایہ ناز انشاء پرداز تھے۔ اختصار، جامعیت اور بدیع تشبیہات ان کی انشاء پردازی کی خصوصیات تھیں۔ تاریخ کے اوراق ان کے ادبی شہ پاروں سے مزین ہیں۔

***

# سیدنا ابن عباسؓ کی علمی شان

حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم، رحمت عالم ﷺ کے چچیرے بھائی تھے، ان کی والدہ لبابۃ الکبریٰ بنت حارث تھیں۔ ان کی ولادت باسعادت ان دنوں ہوئی جب نبی مکرم ﷺ اور آپ کا قبیلہ شعب ابی طالب میں محصور تھا۔ آغاز طفولیت ہی سے رحمت کائنات ﷺ کے وابستہ دامن رہے۔ ان کی خالہ حضرت میمونہ حضورؐ کے نکاح میں تھیں۔ حضور ﷺ کے وصال کے وقت ان کی عمر ۱۳ یا ۱۵ سال تھی۔ حضورؐ کے وصال کے بعد کبار صحابہ کی صحبت اختیار کی اور ان کے چشمۂ علم سے سیراب ہوئے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عہد مبارک کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے۔ ان کی ذات زندۂ جاوید کتب خانہ تھی۔ جس میں تمام علوم و معارف بہ ترتیب جمع تھے۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری وغیرہ کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں انہیں یدطولیٰ حاصل نہ ہو، مکہ مکرمہ میں سب سے بڑا دارالعلوم موصوف ہی کی ذات والا صفات کے علوم کی ضیا پاشی کر رہا تھا۔ رحمت کائنات ﷺ کی مقدس دعاؤں نے ان کے سینہ کو علم کا خزینہ بنا دیا تھا۔ محبوب انس و جاں ﷺ نے اپنا دست شفقت ان کے سر پر پھیرتے ہوئے فرمایا:

**اللھم فقھه فی الدین و علمه التاویل.**[1] اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور تفسیر قرآن کے علم سے سرفراز فرما۔

ایک مرتبہ یوں دُرافشانی فرمائی۔

---

[1] مسند احمد ج ۱: ۲۶۶-۳۱۴-۳۲۸-۳۳۵



**اللھم بارک فیه و انشر منه.**[1] اے اللہ! انہیں برکت عطا فرما اور ان کے ذریعہ علم دین کو عام فرما دے۔

ایک دفعہ اس اعزازی خطاب سے نوازا۔

**نعم ترجمان القرآن انت.**[2] تم قرآن کے کتنے اچھے ترجمان ہو۔

حضور اقدس ﷺ نے اپنا دست اطہر ابن عباس کے سینہ پر رکھا۔ جس کی روح پرور اور دلربا ٹھنڈک سے ان کا دل باغ باغ ہو گیا اور فرمایا۔ ''اے اللہ اسے علم و حلم سے شکم سیر کر دے۔''

کثرت علم و فضل کی بنا پر آپ کو ''حِبَرُ'' عظیم عالم اور ''بحر'' سمندر کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا[3] سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔

''آپ ہمارے تمام نوجوانوں سے حسین تر، بااخلاق اور ان سب سے زیادہ کتاب اللہ کے سمجھنے والے ہیں۔''[4]

آپ کا قول ہے۔

''ابن عباس عمر کے ادھورے اور عقل کے پورے ہیں۔ آپ ذہن رسا اور زبانِ نکتہ بیان کے مالک ہیں۔''[5]

حضرت عطا فرماتے ہیں:

''میں نے ابن عباس کی مجلس سے بڑھ کر باعزت محفل نہیں دیکھی، مفسر قرآن آپ کی محفل کی زینت ہوتے تھے، فقہا و شعراء کا جمگھٹا آپ کے درِ دولت پر رہتا تھا اور سب آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے تھے۔''[6]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم حاصل کرنے کا جنون کی حد تک شوق

---

[1] اصابہ ج ۲: ۳۳۱
[2] مستدرک حاکم ج ۳: ۵۳۷
[3] اصابہ ج ۲: ۳۳۰
[4] ایضاً
[5] ایضاً: ۳۳۳
[6] ایضاً

تھا۔ اوراس جاں گداز اور خاردار منزل کو بڑی فراخ دلی اور خندہ پیشانی سے طے کیا۔ حالانکہ معلم انسانیت ﷺ کے سانحۂ ارتحال کے وقت ان کی عمر بمشکل ۱۷ برس تھی۔ تفسیر قرآن اور فہم قرآن کے فطری ملکہ کے علاوہ شان نزول اور ناسخ ومنسوخ کے متعلق اس قدر معلومات رکھتے تھے کہ شاید ہی کوئی ایسی آیت ہو۔ جس کے تمام جزئیات اور مَالَهُ وَمَا عَلَيْهِ سے پوری طرح انہیں واقفیت نہ ہو گویا کہ اس بحر زخار کے کماحقہ شناور تھے۔

حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد ایک انصاری بھائی سے کہا ابھی صحابہ کرام کی بڑی تعداد زندہ موجود ہے۔ آؤ ہم دونوں مل کر ان سے خوشہ چینی کریں، علم کی باتیں دریافت کریں۔ مگر وہ صاحب کہنے لگے۔ شاید آپ کا خیال ہے کہ ایسا وقت بھی آئے گا کہ لوگ علم کے معاملہ میں آپ کے محتاج ہوں گے؟ جس کی تیاری ابھی سے شروع کر دی ہے۔

آپ کی تجویز مسترد ہو جانے کے باوجود آپ دل برداشتہ نہ ہوئے اور تن تنہا علم کے دریائے گراں مایۂ حاصل کرنے کے لئے چل دیئے اور صحابہ کرامؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر احادیث کے انمول موتی جمع کرنے لگے۔ سفر کی جان لیوا صعوبتوں اور حوصلہ شکن مصائب وآلام سے نبرد آزما ہو کر جب کسی صحابی کے درِ دولت پر پہنچتے اور معلوم ہوتا کہ دوپہر کے وقت آرام فرما رہے ہیں۔ تو وہیں دھوپ اور روح فرسا گرم لو ہی میں چادر کا تکیہ بنا کر بیٹھ جاتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ تند وتیز ہوا کے جھکڑ مٹی سے میرا حلیہ بگاڑ دیتے، مگر میں سکون واطمینان کے ساتھ صاحب خانہ کے انتظار میں رہتا۔ جب وہ صاحب تشریف لاتے تو مجھے دیکھ کر فرماتے۔

''حضور اقدس ﷺ کے چچا زاد بھائی آپ نے کیوں تکلیف فرمائی، مجھے پیغام بھیج دیا ہوتا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا''

جواباً فرماتے: ''نہیں یہ تو میرا فرض تھا کہ علم حاصل کرنے کی خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔''



عرصہ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا اور عرب کے گوشہ گوشہ سے ایک ایک دانہ چن چن کر خرمن علم کا انبار لگا دیا۔ پھر وہ وقت بھی دنیا نے دیکھا جب یہ ''حبر امت'' اور ''ترجمان القرآن'' علم کے بحر ذخار بن کر مکہ مکرمہ میں تشنگانِ علم کو سیراب کر رہے تھے۔

خدا کی بے نیازی پر قربان جائیں۔ جس انصاری صحابی نے علم حاصل کرنے کے لئے سیدنا ابن عباس کی تجویز ٹھکرا دی تھی۔ وہ اس علم و دانش کے باغ کو پر از بہار دیکھ کر ششدر رہ گئے اور دیکھا کہ حرم مکی میں سیدنا ابن عباس رونق افروز ہیں اور طالبانِ علم وحکمت کا جم غفیر جمع ہے۔ اس وقت ان کی زبان سے حسرت ویاس بھرے لہجے میں یہ جملہ صادر ہوا۔

''یہ نوجوان ہم سے زیادہ عقلمند ثابت ہوا۔''[1]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضور انور ﷺ کے افعال واقوال دریافت کرتے کہ فلاں دن آپ نے کیا کچھ فرمایا تھا۔ حضرت ابورافع جو کچھ جواب میں فرماتے حضرت ابن عباس کا منشی اسے لکھ لیتا تھا۔[2]

چشم فلک یہ نظارہ دیکھ کر حیرت زدہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں سیدنا ابن عباس کے پاس طلباء کا ہر وقت جمگھٹا رہتا اور آپ قرآن کی تفسیر، احادیث نبوی اور فقہی مسائل کے موتی بکھیر رہے ہیں۔ ان کا دروازہ طلباء کے لئے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔

حضرت موصوف کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا۔ سینکڑوں طلب گار روزانہ ان کے خرمن کمال سے خوشہ چینی کرتے تھے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ درس وتدریس کے لئے وقف تھا۔ کبھی کوئی شخص ان کے چشمۂ فیض سے ناکام واپس نہ ہوا۔ اس عام فیض کے علاوہ بعض مجلسیں خصوصیت کے ساتھ علمی مذاکروں کے لئے منعقد ہوتی تھیں۔ اوران

---

۱ مستدرک حاکم ج ۳: فضائل ابن عباس

۲ الاصابہ

میں با قاعدہ ہر علم وفن کی جدا جدا تعلیم ہوتی تھی۔

حضرت ابو صالح تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک علمی مجلس ایسی پر شکوہ دیکھی کہ اگر سارے قریش اس پر فخر کریں تو سزاوار ہے۔ موصوف کے مکان کے سامنے آدمیوں کا اتنا اژدحام تھا کہ ان کی کثرت کے باعث لوگوں کی آمد و رفت مشکل ہوگئی تھی۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا' اور طالبانِ علوم قرآنی کے اژدحام کی اطلاع دی۔ انہوں نے پانی طلب کر کے وضو کیا اور مجھے حکم دیا کہ جاؤ۔ قرآن کے جس شعبہ کے متعلق طلباء اور سائل ہیں انہیں اطلاع دے دو۔ میں نے اطلاع کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا گھر اور تمام حجرے بھر گئے۔ جب انہیں قرآنی علوم واسرار سے مالا مال کر کے رخصت کیا۔ پھر مجھ سے کہا جاؤ حرام وحلال اور فقہ کے مسائل حاصل کرنے والوں کو بلاؤ۔ میں نے ایسے لوگوں کو بلایا۔ چنانچہ ان کا بھی جم غفیر آیا اور مختلف موضوعات سے متعلق سوالات دریافت کئے۔ حضرت موصوف نے فرداً فرداً سب کو نہایت تشفی بخش اور ان کے سوالات سے بھی کہیں زیادہ جواب دے کر رخصت کیا۔

پھر فرمایا اب تمہارے دوسرے بھائیوں کی باری ہے۔ اس کے بعد فرائض اور دوسرے مسائل دریافت کرنے والوں کو بلایا گیا۔ ان کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ سارا گھر بھر گیا۔ ان کی علمی تشنگی بجھا کر جب رخصت کیا تو مجھ سے کہا کہ عربی زبان' شعروشاعری اور ادب وانشاء کے طلبگار بلا لیجئے۔ وہ لوگ جب گھر میں داخل ہوئے تو ان کی تعداد بھی پہلے لوگوں سے کچھ کم نہ تھی۔ دیر تک ان کے سوالات کے جوابات سے مجلس گرم رہی۔ جب ان کی تشفی اور تسلی ہوگئی تو انہیں رخصت کر دیا۔ حضرت ابو صالح یہ واقعہ بیان کر کے کہتے ہیں' میں نے کسی شخص کے ہاں اتنی بڑی علمی مجلس ہرگز نہیں دیکھی۔[1]

درس کے ان مستقل حلقوں کے علاوہ کبھی کسی نماز کے بعد تقریر اور خطبہ کے

۱ مستدرک حاکم ج ۳: ۵۳۸



ذریعہ تعلیم دیتے اور کئی کئی گھنٹے سلسلہ تعلیم جاری رہتا' حضر کی طرح سفر میں بھی چشمہ فیض موجزن رہتا۔ ان کی قیام گاہ طالبانِ علم کی درسگاہ کا نظارہ پیش کرتی تھی۔ اسلامی فتوحات کے بعد جب اسلام عرب کی حدود سے تجاوز کر کے ایران اور مصر وغیرہ میں بھی پھیل گیا۔ تو وہ قومیں اسلام کے حلقہ اثر میں آئیں جن کی زبان عربوں سے جدا تھی۔ سیدنا ابن عباسؓ نے ان کی سہولت کی خاطر اپنے دارالعلوم میں ایسے ترجمان مقرر کر دیئے جو ان کے سوالات کا عربی ترجمہ اور عربی جوابات کا ان کی زبان میں ترجمہ کرتا کہ انہیں دینی علوم حاصل کرنے میں سہولت ہو۔[1]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ فقہ کی سنگ بنیاد ہیں۔ مکہ مکرمہ میں فقہ کی بنیاد ان ہی نے رکھی۔ وہ تمام فقہاء جن کا سلسلہ مکہ معظمہ کے شیوخ تک پہنچتا ہے۔ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے خوشہ چین ہیں۔

ان کے علمی مذاکروں کے دن مقرر تھے۔ کسی دن فقہ کا درس دیتے۔ کسی دن تاویل قرآن پر ایمان افروز بیان ہوتا۔ کسی دن مغازی کے واقعات سے طلباء کے دلوں کو گرماتے۔ غرض ان کا چشمۂ معرفت فیض ہر دن نئے رنگ سے ابلتا تھا۔ بڑے سے بڑا عالم ان کے کمال علم کے سامنے گردن خم کر دیتا تھا۔ اس دارالعلوم کے ساختہ و پرداختہ اصحاب علم اور آپ کے ارشد تلامذہ میں سے حسب ذیل اعیان واخبار ہیں مجاہد بن جبیر' عطاء بن ابی رباح' سعید بن جبیر' عکرمہ مولیٰ ابن عباس اور طاوس بن کیسان الیمانی۔

❋ ❋ ❋

۱ صحیح مسلم ج ۱

# طائف میں تعلیمی نظام

طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق احلاف اور بنو مالک کا ستر آدمیوں کا ایک وفد سرور دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ ان میں سب سے کم سن اور نوعمر سیدنا عثمان بن ابو العاص تھے۔ اس لئے لوگ انہیں خیمہ میں سامان وغیرہ کی حفاظت کے خیال سے چھوڑ کر دن میں خدمت نبوی میں حاضر ہوتے اور رات کو خود رسول اقدس ﷺ عشاء کے بعد ان کے خیمہ میں تشریف لاتے اور دیر تک ان سے گفتگو فرماتے، جس میں قریش کے مظالم کا تذکرہ بھی ہوتا تھا۔ اس اثناء میں حضرت عثمان بن ابو العاص نے یہ ترکیب اختیار کی۔ کہ جب ارکانِ وفد خدمت نبوی ﷺ سے واپس آ کر دوپہر کے وقت اپنے خیمے میں سو جاتے، تو آپ چپکے سے اٹھ کر حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جاتے اور اسلام کی تعلیمات آپ سے براہ راست حاصل کرتے، اور قرآن مجید بھی پڑھتے۔ اس طرح انہوں نے کئی سورتیں زبانِ رسالت مآب سے سن کر یاد کر لیں۔

آپ کے علمی ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی وقت آقا نامدار ﷺ آرام فرما رہے ہوتے تو آپ اس وقت کو ضائع کئے بغیر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دین کی تعلیم سے بہرہ یاب ہوتے۔ اور قرآن بھی ان سے سیکھتے اور کبھی کبھی سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی دینی سوال و جواب کرتے اور قرآن سیکھتے۔

اس طرح نہ صرف یہ کہ حضرت عثمان موصوف ثقیف کے وفد سے پہلے ہی ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے تھے بلکہ قرآن کی تعلیم سے بہرہ یاب بھی ہو چکے تھے۔ نبی الرحمت ﷺ نوعمری میں ان کی اس دینی حرص، جودتِ طبع اور دینداری کو



دیکھ کر خوشی اور تعجب کا اظہار فرماتے۔

کچھ دنوں بعد جب وفد کے ارکان مسلمان ہو کر طائف واپس ہونے لگے تو انہوں نے بارگاہِ رسالت پناہ میں عرض کی کہ ہم میں سے کسی کو ہمارا امیر مقرر فرما دیجیے۔ چونکہ حضور ﷺ عثمان بن ابی العاص کی دینی تڑپ اور اسلام سے رغبت ملاحظہ فرما چکے تھے۔ نیز انہوں نے اسی مدت میں قرآن مجید کا ایک معتد بہ حصہ پڑھ لیا تھا۔ اس لئے آپؐ نے ارکانِ وفد کو مخاطب فرمایا۔

**انه کیس، وقد اخذ من القرآن صدراً.**

عثمان بہت سمجھدار شخص ہیں، انہوں نے قرآن کا ایک حصہ بھی حاصل کر لیا ہے۔

نیز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمانؓ کی امارت کی سفارش کرتے ہوئے شہادت دی کہ

**یا رسول الله! انی قد رایت هذا الغلام منهم من احرصهم علی التفقه فی الاسلام و تعلیم القرآن.**

یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ثقیف والوں میں اس لڑکے کو سب سے زیادہ اسلامی مسائل کے سمجھنے اور قرآن حاصل کرنے میں حریص پایا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عبد یالیل اور دوسرے عمر رسیدہ اور اعیان کے ہوتے ہوئے بھی اس نوعمر، نوخیز اور نوجوان کو بنو ثقیف کا امیر و حاکم مقرر فرمایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم طائف واپس ہونے کو تیار ہوئے، تو محسن انسانیت ﷺ نے مجھ سے یہ آخری عہد و پیمان لیا۔

**یا عثمان تجاوز فی الصلوٰة، واقدر الناس باضعفهم، فان فیهم الکبیر والصغیر و الضعیف و ذالحاجة.**

اے عثمان نماز مختصر پڑھانا اور لوگوں کا اندازہ سب سے ضعیف و کمزور آدمی سے کرنا۔ کیونکہ نمازیوں میں بڑے چھوٹے، ضعیف اور حاجت مند سب ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

اس کے ساتھ آپ کو معلم القرآن کا منصب بھی خود حضور اقدس ﷺ نے تفویض فرمایا تھا جیسا کہ ایک روایت میں ہے۔

| | |
|---|---|
| **فقدم معهم الطائف، فكان يصلي بهم، ويقرء هم القرآن.** | عثمان وفد کے ساتھ طائف آئے پس لوگوں کو نماز پڑھاتے اور قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ |

اسلامی ہند کی عظمت رفتہ ص ۴۵، ۴۶

❋ ❋ ❋



# غیر مسلم مورخین کا اعتراف

حضور انور ﷺ نے علم و ثقافت کی جو محکم بنیادیں فراہم کی تھیں۔ بعد کے مسلمانوں نے ان پر ایسی فقید المثال علمی عمارات کھڑی کیں۔ جن پر کرۂ ارضی کی علمی دنیا کو بجا طور پر فخر ہے۔ عربوں نے علوم و فنون میں کس قدر ترقی کی، ہم اس کا ثبوت غیر مسلم مورخین کے بیانات کی روشنی میں ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

امریکن پادری ایس ایم زویمر لکھتا ہے۔

''قرآن مجید نے اور صرف قرآن مجید نے عربی زبان کو گمنامی اور تاریکی میں گرنے سے بچالیا۔''

عربی زبان کی قدر وہی لوگ جانتے ہیں۔ جو اس کی نفاست کے لئے اسے پڑھتے ہیں یا اس کی وقعت کے لئے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ تمام لوگ خواہ عرب میں پیدا ہوئے ہوں یا یورپ کی یونیورسٹیوں میں عربی پڑھتے ہیں۔ اس کی نفاست کے قائل ہیں۔ ڈچ عالم ڈی ڈیو، شلیٹن، شروڈر اور شیڈ اور سوس عالم ہائنگر کے وقت سے یورپ میں عربی زبان کی طرف توجہ ہوئی اور اب لوگ اس کی تعریف سے رطب اللسان ہیں۔

مزید لکھتا ہے۔

عربی زبان کی نفاست کا سب سے بڑا سبب اس کا اعلیٰ لٹریچر ہے۔ صرف نظم میں ہی عربوں نے اس قدر کمال حاصل کیا ہے۔ کہ وہ ساری دنیا کو چیلنج کر سکتے ہیں۔ گرائمر، منطق اور معانی میں انہوں نے اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ کوئی اور کیا لکھے گا۔ ایک فرانسیسی عالم ارنسٹ ارن اس بات پر تعجب ظاہر کرتا ہے کہ عربی جیسی زبان، عرب کے

صحرا میں کس طرح پیدا ہو گئی۔ اور خانہ بدوشوں کے حلقہ میں اس نے ایسی نشو ونما کس طرح پالی۔ لکھتا ہے کہ عربی زبان بلحاظ اپنی قیمتی لغات، گرائمر، شستگی و پاکیزگی کے سمیٹک زبانوں سے بہت افضل واعلیٰ ہے۔

اور پروفیسر فلپ کے حِتّی لکھتا ہے۔

جس زمانہ میں عرب علماء ارسطو کا مطالعہ کر رہے تھے۔ یورپ میں شارلمین اور اس کے امراء اپنے نام کے ہجے سیکھ رہے تھے۔ ایک اسلامی شہر قرطبہ ہی میں سترہ بڑے کتب خانے تھے۔ ان میں سے ایک کتب خانہ میں چار لاکھ سے زیادہ کتابیں تھیں۔ ایسے زمانہ میں جب کہ جامعہ اکسفورڈ کے عالم غسل کرنے کو بے دینی کی رسم جانتے تھے۔ اسی قرطبہ کے مسلمان سائنس دان پر تکلف اور نزہت بیز حماموں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ قرون وسطیٰ میں صدیوں تک عربی زبان ساری متمدن دنیا میں علم وثقافت اور ترقی پسند تفکر کے اظہار کا واحد ذریعہ رہی ہے۔

❋ ❋ ❋